

100 لفظوں کی سو کہانیاں

(افسانچوں کا مجموعہ)

ریحان کوثر





100 لفظوں کی 100 کہانیاں

ریحان کوثر



100 لفظوں کی 100 کہانیاں

ریحان کوثر

ISBN: "978-93-91721-13-8"



نام کتاب: 100 لفظوں کی 100 کہانیاں

مصنف: ریحان کوثر

ناشر: الفاظ پبلی کیشن، چھٹاناولی کامٹی 441001ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

موبائل:07721877941

قیمت: 100روپے

صفحات: 128

تعداد: 500

مطبع: وِدربھ ہندی اردو پریس، کامٹی موبائل:09021132527

کمپیوٹر کمپوزنگ: توفیق احمد

سرورق: ریحان کوثر

سن اشاعت: 2021ء

رابطہ/پتہ: کاشانۂ کوثر، ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی، کامٹی 441001ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

موبائل نمبر:9326669893

100 Lafzoon Ki 100 Kahaniyaan

By: Rehan Kausar

Kashana-E-Kausar, House No.37, Dr. Shaikh Bunkar Colony, Kamptee 441001 Dist Nagpur (M.S)

ISBN NO.



Price: 100/-

ملنے کا پتہ:

اشرف نیوز ایجنسی اینڈ بک ڈپو، گجری بازار، کامٹی 441001ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

الفاظ پبلی کیشن اینڈ ودربھ ہندی اردو پریس، چھٹاناولی کامٹی 441001ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

ریحان کوثر، کاشانۂ کوثر، ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی، کامٹی 441001ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

سٹی بک ڈپو، قصاب باڑہ مسجد، محمد علی روڈ، مالیگاؤں 423203 (مہاراشٹر)

☆☆☆

انتساب (سو لفظوں میں)

قلم سے نکل کر الفاظ جب صفحۂ قرطاس پر بکھرتے ہیں تو
کبھی گمراہ، کبھی مغرور اور کبھی بے قابو ہو جاتے ہیں۔
کبھی سنبھالے نہیں سنبھلتے بلکہ بے چین، بے باک اور بے لاگ ہو جاتے
ہیں۔
میری سو لفظی کہانیوں میں میرے ہی الفاظ کبھی خاموش،
کبھی اظہار بن جاتے ہیں۔
لیکن میں اپنے ادبی سفر میں بے فکر ہوں۔۔۔
کیونکہ سنبھل جاتا ہوں۔
اس سفر میں میرا پہلا قاری میرا ہم سفر بھی ہے۔۔۔
اور رہبر بھی۔۔۔
میں اپنی یہ کتاب خان نوید الحق انعام الحق صاحب کی
محبتوں اور نقد و نظر کے نام کرتا ہوں۔

ریحان کوثر



محترم خان نوید الحق انعام الحق صاحب

اسپیشل آفیسر فار اردو، عربی اور فارسی، بال بھارتی پونے
سیکریٹری، اردو لسانی کمیٹی، بال بھارتی پونے



ترتیب: ریاض احمد امروہی



نام مع تخلص: ریحان کوثر

قومیت: ہندوستانی

پتہ: کاشانۂ کوثر، ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

والد کا نام: محمد شمیم

والدہ کا نام: سعیدہ بانو

مقام پیدائش: کامٹی، ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

تاریخ پیدائش 9/ اکتوبر 1977ء

فون نمبر: +919326669893

ای میل: vmmrdes@gmail.com

تعلیم:

تعلیم	سال	تعلیمی ادارہ
پرائمری	1988ء	نگر پریشد اسماعیل پورہ اردو پرائمری اسکول
سیکنڈری	1993ء	ایم۔ایم۔ربانی ہائی اسکول، کامٹی
ہائر سیکنڈری	1995ء	ایم۔ایم۔ربانی جونیر کالج، کامٹی
ایچ۔ایم۔سی۔ٹی	1999ء	مہاراشٹر اسٹیٹ بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن
بی اے	2002ء	ناگپور یونیورسٹی
بی اے ایڈیشنل	2003ء	ناگپور یونیورسٹی
ایم اے (تاریخ)	2004ء	ناگپور یونیورسٹی

ذاتی کوائف:

شادی شدہ	27 مئی	زوجہ: عظمیٰ ناہید بنت عبدالحمید
	2006ء	افراد خانہ: ایان کوثر، ارحان کوثر، عبدان کوثر

تصانیف:

	تصنیف	سال	نوعیت
1	اڑان (ہندی، انگریزی)	2012ء	رپورٹ
2	منوو گیان (حصہ اول) (ہندی)	2013ء	تعلیمی نصاب
2	مٹیریل سائنس (ہندی)	2013ء	تعلیمی نصاب
4	ذرا سی شاعری	2014ء	شاعری (ترتیب)
5	منظر پس منظر (اردو ڈرامے)	2014ء	تحقیق
6	بیت بازی	2015ء	شاعری (ترتیب)
7	اردو ماہنامہ الفاظ ہند	جنوری	(جاری)

		2014ء	
8	کہکشاں	2015ء	رپورٹ
9	کامٹی میری جان	2016ء	سالانہ سرگرمیاں
10	ڈاٹ کام	2016ء	تصنیف

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر مبنی یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی کی جانب سے زمرہ، سائنس و ٹیکنالوجی ایوارڈ برائے 2016ء، "ڈاٹ کام" کو حاصل ہوا۔

اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ کی جانب سے زمرہ، سائنس و ٹیکنالوجی ایوارڈ برائے 2016ء، "ڈاٹ کام" کو حاصل ہوا۔

11	پھولوں کی زبان	2016ء	مطبوعہ مضامین کا مجموعہ ترتیب: ریاض احمد امروہی
12	اوراق	2017ء	ڈاکٹر مدحت الاختر پبلک لائبریری، کامٹی کی رپورٹ اور فہرست کتب
13	عید مبارک	2017ء	ڈراموں کا مجموعہ (تصنیف)

یہ کتاب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی کی مالی اعانت سے شائع کی گئی ہے۔

14	اردو کمپیوٹنگ	2017ء	تصنیف

اردو اور کمپیوٹر کی معلومات پر مبنی یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

15	عرقِ ریحان	2018ء	مطبوعہ مضامین کا مجموعہ ترتیب: ریاض احمد امروہی
16	ماہنامہ مدھیہ بھارت ٹائمز (ہندی)	جنوری 2016ء	
17	سات دن کا غلام	2019ء	ڈراموں کا مجموعہ (تصنیف)

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی کی جانب سے زمرہ، سائنس و ٹیکنالوجی ایوارڈ برائے 2019ء، " سات دن کا غلام " کو حاصل ہوا۔

18	بچوں کی نظمیں (الطاف حسین حالؔی، سیماب اکبرآبادی)	2019ء	بچوں کی نظمیں کی مرتبہ کتاب

یہ کتاب ماہنامہ گل بوٹے کے سلور جبلی جشن کے موقع پر شائع کی گئی ہے۔

19	کہانیوں کے کنارے	2020ء	بچوں کے لیے کہانیوں کا مجموعہ (تصنیف)

یہ کتاب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی کی مالی اعانت سے شائع کی گئی ہے۔

10 موبائل ڈاٹ کام 2020ء تصنیف

موبائل اور انٹرنیٹ پر مبنی یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

اشاعتی منصوبے:

	تصنیف	سال
1	منوو گیاں (حصہ دوم) (ہندی)	تعلیمی نصاب
2	مٹیریل سائنس (حصہ 2) (ہندی)	تعلیمی نصاب
3	کامٹی کا مسلم معاشرہ	تحقیق و تاریخ
4	ایک شاعر ایک صفحہ	شاعری (ترتیب)
5	پہچان	بچوں کا ناول
6	بابِ کوثر	(غزلیں اور نظمیں)
7	میرے الفاظ	اداریوں کا مجموعہ

اشاعت:

تقریباً ۳۰ سے زائد ادبی، علمی و ثقافتی موضوعات پر مضامین اردو کے موقر رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

پیش لفظ: 5 ہندی اردو کتابوں پر پیش لفظ تحریر کیے۔

تبصرے: 8 مختلف تصانیف پر تبصرے شائع ہوئے، زیادہ تر تبصرے ماہنامہ الفاظ ہند، کامٹی میں شائع ہوئے۔

روزنامہ اردو انقلاب (ممبئی)، روزنامہ اردو ٹائمز (ممبئی)، روزنامہ ممبئی اردو نیوز (ممبئی)، روزنامہ صحافت (ممبئی)، روزنامہ راشٹریہ سہارا (ممبئی)، روزنامہ ہندستان (ممبئی)، روزنامہ خبریں (نئی دہلی)، روزنامہ میرا وطن (نئی دہلی)، روزنامہ قومی تنظیم (پٹنہ)، روزنامہ کشمیر عظمیٰ، (سرینگر)، روزنامہ تکمیلِ ارشاد (سرینگر)، روزنامہ ویتھ (سرینگر)، ماہنامہ بچوں کی دنیا (نئی دہلی)، ماہنامہ امنگ (نئی دہلی)، ماہنامہ ایوان اردو (نئی دہلی)، ماہنامہ قرطاس (ناگپور)، ماہنامہ اردو میلہ (ناگپور)، دو ماہی سربکف (کامٹی) اور دوسرے اخبارات، رسائل اور جرائد میں مضامین، افسانے، کہانیاں، غزلیں اور نظمیں شائع ہوتی رہی ہیں۔

نشریات:

	ریڈیو سینٹر	سال	تقریب
1	آکاشوانی ناگپور	2016ء	پروگرام آبشار کے تحت، مشاعرے میں شرکت
2	آکاشوانی ناگپور (7 مارچ 2018ء)	ریکارڈنگ، 7 فروری	پروگرام آبشار کے تحت ۲۰۱۷ کی اہم کتابوں پر تبصرہ بعنوان "کتابوں کی سیر: ۲۰۱۷ کی اہم مطبوعات"

		2018ء	
3	آکاشوانی ناگپور	ریکارڈنگ، 10 دسمبر 2018ء	بروز پیر 10 دسمبر 2018ء بعنوان "ترسیل ابلاغ کے ذرائع، سماجی افادیت اور مسائل" ڈاکٹر عبدالرحیم نشتر (مدیر ودربھ نامہ، ناگپور)، جناب نثار اختر انصاری (مدیر ہمہ گیر)، جناب شمیم اعجاز (مدیر المیزان، ناگپور) اور ریحان کوثر (مدیر الفاظ ہند)
4	آکاشوانی ناگپور	2019ء	منی افسانے (سو لفظوں کی کہانیاں)

ملازمت:

	ملازمت	سال	ادارہ
1	انسٹرکٹر	2000ء	انڈین ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ، ناگپور
2	انسٹرکٹر	2006ء	انسٹیٹیوٹ فار ٹیکنیکل اسٹڈیز، کامٹی
3	پرنسپل	2008ء	ربانی آئی ٹی آئی، کامٹی
4	پرنسپل	2013ء	ربانی آئی ٹی آئی و جونیر کالج، کامٹی

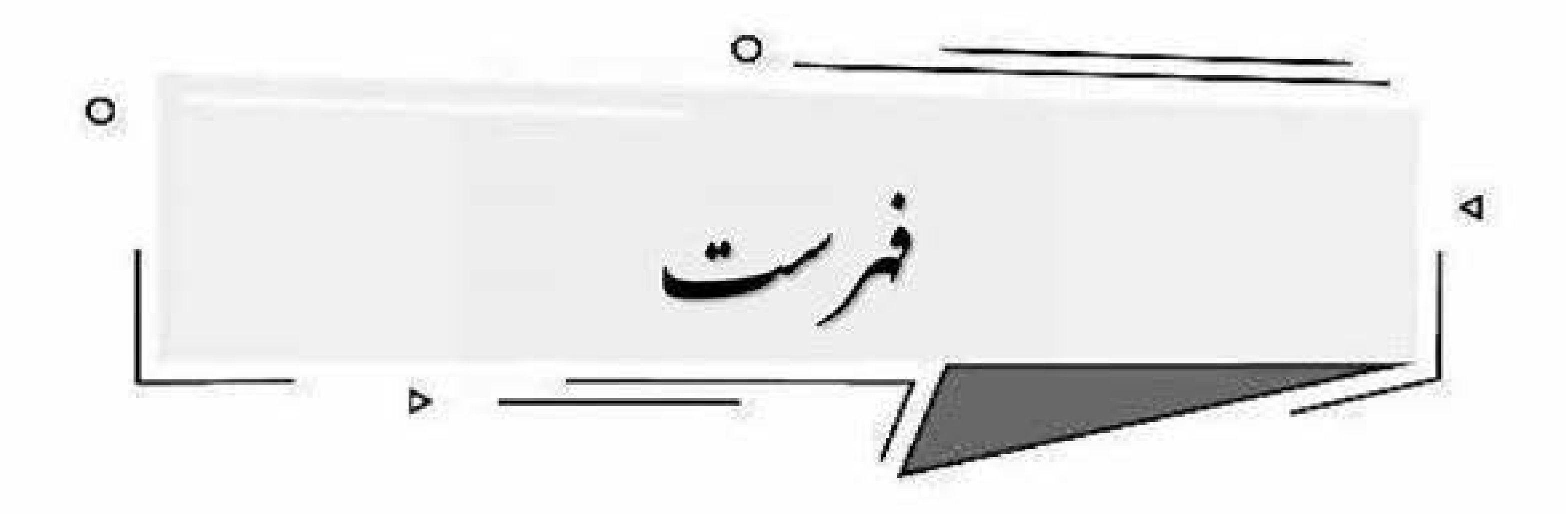
سرکاری و غیر سرکاری اداروں سے انسلاک:

1	سیکریٹری	2007ء	ودربھ مائنارٹی ملٹی پرپز رورل ڈیولپمنٹ ایجوکیشنل سوسائٹی، ناگپور
2	رکن	2008ء	انڈین ٹیکنیکل ایجوکیشن سوسائٹی، ممبئی
3	سیکریٹری	2009ء	ودربھ ایم ایس بی وی ای ای انسٹی ٹیوشنل اشوسی ایشن، ناگپور
4	مینیجنگ ڈائرکٹر	2009ء	مولانا آزاد کرافٹ ڈی ایڈ کالج، کامٹی
5	مینیجنگ ڈائرکٹر	2010ء	رضوان کالج آف نرسنگ اینڈ پیرامیڈیکل، کامٹی
6	مدیر	2014ء	اردو ماہنامہ الفاظ ہند، کامٹی
7	رکن	2015ء	نگر پریشد اسماعیل پورہ اردو پرائمری اسکول سمیتی،
8	نائب صدر	2016ء	نگر پریشد اسماعیل پورہ اردو پرائمری اسکول سمیتی،
9	نائب مدیر	2015ء	ہندی ماہنامہ مدھیہ بھارت ٹائمز، کامٹی
10	مینیجنگ ڈائرکٹر	2015ء	الفاظ پبلی کیشن، کامٹی
11	صدر	2017ء	ڈاکٹر مدحت الاختر پبلک لائبریری، کامٹی
12	مینیجنگ ڈائرکٹر	2017ء	ودربھ ہندی اردو پریس، کامٹی
13	رکن	2018ء	مجلس مشاورت اردو لسانی کمیٹی، بال بھارتی، پونے
14	رکن	2018ء	ربانی اسکول اسٹیوڈنٹ ایسوسی ایشن، کامٹی

انعامات و اعزازات:

مہاراشٹر اردو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ برائے تصنیف، کتاب ڈاٹ کام	13 نومبر 2017ء	زمرہ، سائنس و ٹیکنالوجی ایوارڈ برائے 2016ء، منجانب: مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی
اتر پردیش اردو اکادمی ایوارڈ برائے تصنیف، کتاب ڈاٹ کام	2018ء	زمرہ، سائنس و ٹیکنالوجی ایوارڈ برائے 2016ء، منجانب: اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
مہاراشٹر اردو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ برائے تصنیف، کتاب سات دن کا غلام	13 نومبر 2017ء	زمرہ، ڈراما نگاری ایوارڈ برائے 2019ء، منجانب: مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی
صحافتی ایوارڈ	28 اکتوبر 2017ء	انجمن محبانِ معیارِ ادب، ناگپور
اعزاز برائے تصنیف، کتاب ڈاٹ کام	09 دسمبر 2016ء	بزم نیاز انجم
جانِ ادب ایوارڈ: اعزاز برائے ادبی خدمات	29 جنوری 2016ء	منجانب: اشہر جعفری ساہتیہ اکادمی، کامٹی
ظہیر افروز صحافتی ایوارڈ	31 دسمبر 2015ء	منجانب: ہفتہ روزہ تاج، کامٹی
عبدالمتین ایوارڈ اعزاز برائے سماجی خدمات	26 جنوری 2015ء	منجانب: شہید عبدالحمید اکادمی، ناگپور،
مثالی مدرس (ٹیکنیکل)	13 جولائی 2008ء	انڈین ٹیکنیکل ایجوکیشن سوسائٹی، ممبئی

☆☆☆



فہرست





اپنی بات

ادب کا ایک طبقہ افسانہ نگاری سے اختصار کی خاطر علیحدہ ہوا اور کمال یہ ہے کہ اب وہ آپس میں اختصار کے سبب ہی الجھتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اکثر افسانہ نگار افسانچے کو سرے سے خارج ہی کر دیتے ہیں اس پر مزید ستم یہ کہ صنفِ افسانچہ کے میدان میں اب مختلف قسم اور رنگ کے پرچم نظر آنے لگے ہیں۔ منی افسانہ، منی کہانی، افسانچہ، افسانچۂ اطفال، بچکانچہ، سو لفظی کہانی، پچاس لفظی کہانی، مائیکرو فکشن، مائیکرو کہانی، کہانی چند لفظوں میں وغیرہ وغیرہ کئی علم بردار نظر آتے ہیں۔ ویسے یہ کوئی بری بات نہیں! بلکہ یہ صحت مند مقابلے کے لیے خوش آئند بات ہے۔ لیکن سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ سبھی آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششیں بھی کر رہے ہیں۔ اور یہ بڑے ہی افسوس کا مقام ہے دراصل یہاں متحد ہو کر ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی ضرورت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں کسی کو پتا ہی نہیں کہ مختصر کہانیاں کتنی مختصر ہونی چاہیے۔ کیا باقی زبانوں میں بھی اختصار کے ایسے ہی مسائل موجود ہیں یا یہ صرف اردو زبان کا مسئلہ ہے؟ مختصر کہانی کتنی مختصر ہو سکتی ہے؟ پانچ سو الفاظ پر مشتمل؟ سو الفاظ؟ پچاس الفاظ؟ 1987ء میں نیویارک ٹائمز اخبار نے ایک مقابلے کا اعلان کیا تھا، جو بعد میں '55 فکشن' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس مقابلے میں دنیا بھر کے ادبا کو پچپن الفاظ پر مشتمل کہانیاں لکھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اگر ہندوستان میں اس

قسم کی دعوت دی جائے تو کیا ہوگا؟ موجودہ صورت حال سے اندازہ ہوتا ہے کہ خانہ خرابی ہوگی، سر پھٹول ہوگا! کیوں کہ ہم مختصر اور اختصار لفظ کا مطلب ہی بھول گئے ہیں۔ یا بھولنے کا 'ڈراما' کر رہے ہیں؟

مختصر ترین کہانیوں کی اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے امریکہ کے مشہور رسالے 'وائرڈ میگزین' نے اپنے نومبر 2006ء کے شمارے میں ایک دلچسپ تجربہ کیا اور صرف چھے لفظوں پر مشتمل کہانیاں لکھنے کی دعوت دی۔ رسالے کے پاس بطورِ رول ماڈل نوبل انعام یافتہ امریکی ادیب ارنسٹ ہیمنگوے کی مختصر کہانی موجود تھی۔ اگر میں نے یہ مقابلہ رکھ دیا تو اللہ نہ کرے مجھے ملک بدر ہی کر دیا جائے گا۔

حال ہی میں ایک صاحب افسانچوں کی مقبولیت سے 'نراش' ہو کر ایک افسانچہ لکھ بیٹھے اور 'یک لفظی' افسانچہ لکھنے کا دعویٰ ٹھونک دیا۔ بقول ڈاکٹر ظفر مراد آبادی اردو شاعری کی تاریخ میں سب سے مختصر نظم لکھنے کا سہرا قتیل شفائی کے سر ہے۔ قتیل شفائی کی ایک نظم جو صرف ایک لفظ پر مبنی ہے۔ قتیل چونکہ شاعر تھے اس لیے اسے نظم کہا گیا ورنہ یہ تو مختصر کہانی کی اعلیٰ مثال کہلاتی۔

نظم کا عنوان ہے "پیسے" اور نظم:

"کیسے"

لیکن ایسے ادیب بھی ہیں جنھیں پچپن الفاظ بھی بہت زیادہ لگتے ہیں۔ ایک مصنف نے تو مختصر کہانی کی آخری حد بھی پار کر ڈالی ہے۔ ان کی کہانی میں الفاظ کی تعداد صفر ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کہانی میں ایک لفظ بھی نہ ہو؟ ملاحظہ کریں:

عنوان: ''تیسری جنگِ عظیم کے بعد دنیا کی تاریخ''

کہانی: دو سادہ صفحے

بھلا ہو اس مصنف کا جو وہ ہندوستان میں پیدا نہیں ہوئے ورنہ اختصار کے جرم میں انھیں سرراہ سولی پر چڑھا دیا جاتا یا واقعی 'تیسری جنگ عظیم' شروع ہو جاتی!

اب بات سو لفظی کہانیوں کی۔۔۔ سو لفظی کہانی یا ڈریبل(Drabble) ادب کی ایک ایسی صنف ہے جس کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں پورے پورے سو الفاظ ہوں۔ ضروری نہیں کہ اس میں عنوان کے الفاظ بھی شامل کیے جائے۔ سو لفظی کہانی کا اصل مقصد اختصار ہے اور مصنف کی صلاحیت کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ ایک محدود دائرے میں دلچسپ اور بامعنی خیالات کا اظہار کامیابی سے کرے۔

سو لفظوں کی کہانیاں لکھنے کا آغاز برمنگھم یونیورسٹی کی سائنس فکشن سوسائٹی نے 1980ء کی دہائی میں کیا تھا۔ اسی تنظیم نے 100 لفظی کہانی کو 'ڈریبل' نام دیا۔ مونٹی پائی تھون (Monty Python) برطانیہ کا ایک مقبول اسٹینڈ اپ کامیڈی گروپ تھا جس نے 1969ء سے 1983ء تک ٹی وی پر طنز و مزاح پر مبنی پروگرام کیے۔ ان کے پروگرام کا نام پائی تھون فلائنگ سرکس تھا۔ مونٹی پائی تھون کے ابتدائی پروگراموں کے متن کو ایک کتابی شکل دی گئی تو اس کا نام 'بگ ریڈ بک' رکھا گیا۔ اس کتاب میں ایک لفظ کا کھیل یا ورڈ گیم (Word Game) متعارف کرایا گیا جس کا نام ڈریبل تھا۔ ڈریبل کے اس مقابلے میں ایک ہی نشست میں ناول یا قصے کہانیاں بھی لکھی جاتی تھیں۔

1988ء میں برطانیہ کی بلائنڈ ایسو سی ایشن کی امداد کے لیے 100 لکھنے والوں سے 100 لفظوں کی 100 کہانیاں لکھوا کر ایک کتاب شائع کی گئی تھی۔ جس کا نام ڈریبل پروجیکٹ رکھا گیا تھا۔ اس طرح ڈریبل پروجیکٹ کے نام سے 1988ء میں پہلی کتاب شائع کی گئی۔ دو سال بعد "ڈبل سنچری" اور 1993ء میں "ڈریبل ہو" کے نام سے دو اور کتابیں شائع ہوئیں۔ بعد ازاں پچاس لفظی کہانیوں پر بھی طبع آزمائی کی جانے لگی۔ پچاس لفظی کہانیاں بھی ڈریبل ہی کہلاتی ہیں۔ جہاں تک اردو ادب میں اس صنف کی شروعات کی بات کی جائے تو ہمارے سامنے ممبئی کے مشہور و معروف افسانہ نگار اور اسکرپٹ رائٹر انور مرزا صاحب کا

نام سب سے پہلے آتا ہے۔ اردو میں آپ نے پچاس لفظی کہانیاں لکھنے کی باقاعدہ شروعات کی۔

100 ورڈ اسٹوری نامی ایک ادبی رسالہ کیلیفورنیا کے برکلے میں مصنف گرانٹ فالکنر اور لن منڈل نے 2011ءمیں جاری کیا۔ جس میں صرف سو لفظی کہانیاں اور مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اس میں ہر تخلیق ایک تصویر کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ تصویر کی وجہ سے یہ کہانیاں کسی بھی قسم کی وضاحت سے پاک ہوتی ہیں۔

ماہنامہ الفاظ ہند کی ترتیب و تدوین کے دوران میں ہمیشہ ہی تگ و دو میں رہا کہ اس میں مختصر لیکن معیاری کہانیاں شائع کی جائیں۔ ماہنامہ الفاظ ہند کے پہلے سال کے آواخر میں آخری صفحے پر ایک نیا کالم 'چلتے چلتے۔۔' شروع کیا گیا۔ جس میں ایک تصویر کے ساتھ ایک مختصر کہانی شائع کی جانے لگی۔ یہ ذمے داری مجھے اور پرویز انیس صاحب کو نبھانی پڑی۔ ہنڈریڈ ورڈ اسٹوری کی طرز پر میں نے ایک کہانی لکھی۔ اس پہلی کہانی میں میں نے ختمہ (۔)، سوالیہ (؟)، سکتہ (،) تفصیلہ (:_)، قوسین () واوین ("") ندائیہ یا فجائیہ (!) وغیرہ رموز و اوقاف کو بھی جوڑ لیا اور کسی طرح سو لفظوں کی کہانی مکمل ہوئی لیکن مزید تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ان رموز و اوقاف کو شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ اس طرح چند کہانیاں وجود میں آئیں۔

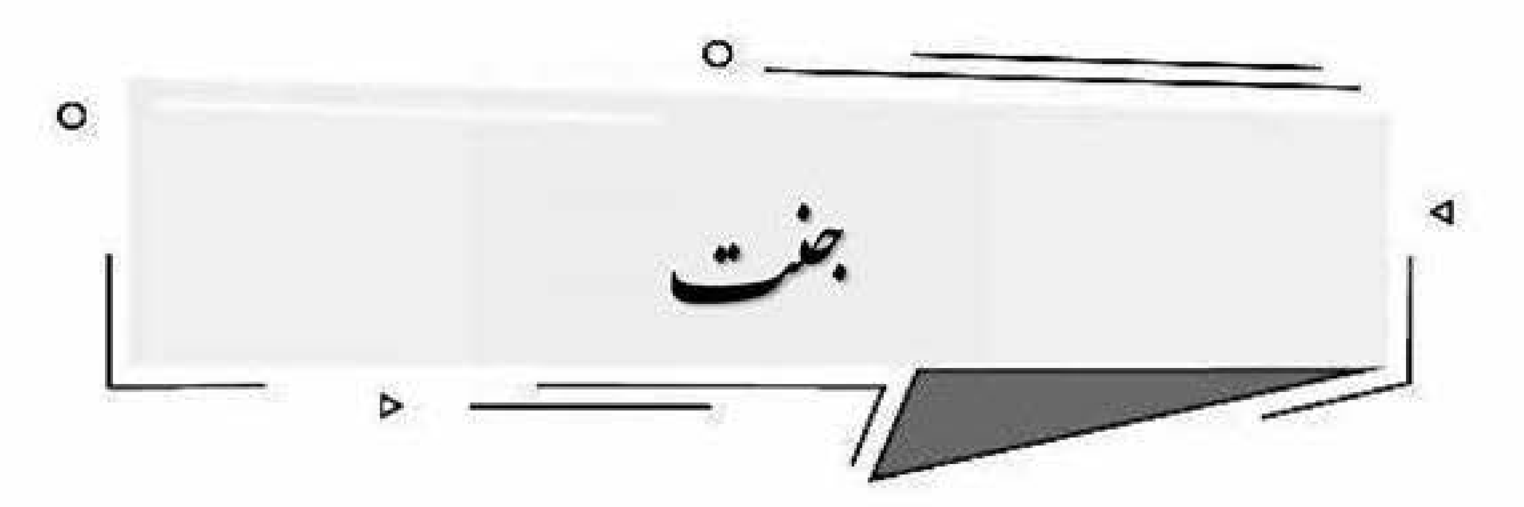
اختصار کی ڈور تھامے ہوئے میں مبشر زیدی صاحب کی سو لفظی کہانیوں تک پہنچ گیا۔ ان کہانیوں نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ادھر شاعری سے دل کچھ اوب سا گیا تھا۔ لیکن غزلیات کی بندشیں سینے میں باقی رہیں۔ انھی بندشوں کے زیر اثر میں نے سو لفظوں کی کہانیاں لکھنے کی شروعات کی۔ آغاز میں انھیں اپنے ہی رسالے الفاظ ہند میں وقتاً فوقتاً شائع کرتا رہا پھر میرے دل میں ایک ڈر گھر کر گیا کہ یہ تو 'گھر کا رسالہ' ہے اس میں اشاعت اپنی جگہ! لیکن میں نے جب ملک کے مختلف اخبار

ورسائل میں اپنی سولفظی کہانیاں ارسال کیں تو مجھے خوش آئند حیرانی ہوئی کہ بدلے میں حوصلہ افزائی اور پذیرائی موصول ہوئی۔ یعنی دھیرے دھیرے دل میں بسنے والے سارے خدشات مدھم ہوتے گئے۔ سب سے زیادہ پزیرائی عمدہ تاثرات روزنامہ 'کشمیر عظمیٰ' کے قاریئن سے حاصل ہوئی۔ پھر میں انھیں سوشل میڈیا پر بھی شیئر کرنے لگا جس کا نتیجہ یہ ہواکہ فوری ردعمل سامنے آنے لگے جس سے مجھے اندازہ ہواکہ میں کتنے پانی میں ہوں اور میری تخلیقات کا معیار کیا۔۔۔!!

مجھے اور میری کہانیوں کو مناسب قدر و قیمت اور بلندی بال بھارتی کی سیڑھیاں چڑھ کر حاصل ہوئی۔ اسپیشل آفیسر فار اردو بال بھارتی محترم خان نوید الحق نے بال بھارتی کے ہر پلیٹ فارم پر مجھے اور میری سولفظی کہانیوں کو متعارف کروایا۔ بال بھارتی کی تاریخ میں وہ واحد موقع تھا جب وہاں شیواجی ہال میں نثری نشست منعقد کی گئی اور مجھے سولفظی کہانیاں پیش کرنے کا موقع ملا۔ میرے اندر کی رہی سہی جھجھک اسی تقریب میں کافور ہوگئی۔ کیوں کہ میں نے یہ کہانیاں جس ڈائس پر پڑھیں اس پر سلام بن رزاق صاحب، سلیم شہزاد صاحب، ڈاکٹر صفدر صاحب، ڈاکٹر محمد اسداللہ صاحب، خان نوید الحق صاحب اور ڈاکٹر ناصر الدین انصار صاحب جیسی ہستیاں براجمان تھیں اور سامنے ریاست مہاراشٹر کے نامور ادباء، شعراء، اساتذہ اور مشاہیرِ ادب بھی موجود تھے۔ گویا اسی تقریب نے میری سولفظی کہانیوں کو اعتبار بخشا اور میری کیانیوں کو معیاری ہونے کی سند حاصل ہوئی۔ اس مقام سے حاصل ہونے والا حوصلہ اور توانائی آج تک قائم ہے۔

ریحان کوثر

☆☆☆



"ماموں ماموں۔۔!!" چلاتی ہوئی اریبہ مجھ سے لپٹ گئی، اس کی ساری آئس کریم ہم دونوں پر گر پڑی۔

"ارے! اریبہ آپ کو یہ آئس کریم کہاں سے ملی؟"

"جنت سے۔۔۔" اریبہ نے فراک صاف کرتے ہوئے کہا۔

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا:

"بیٹا کہاں ہے جنت"!!

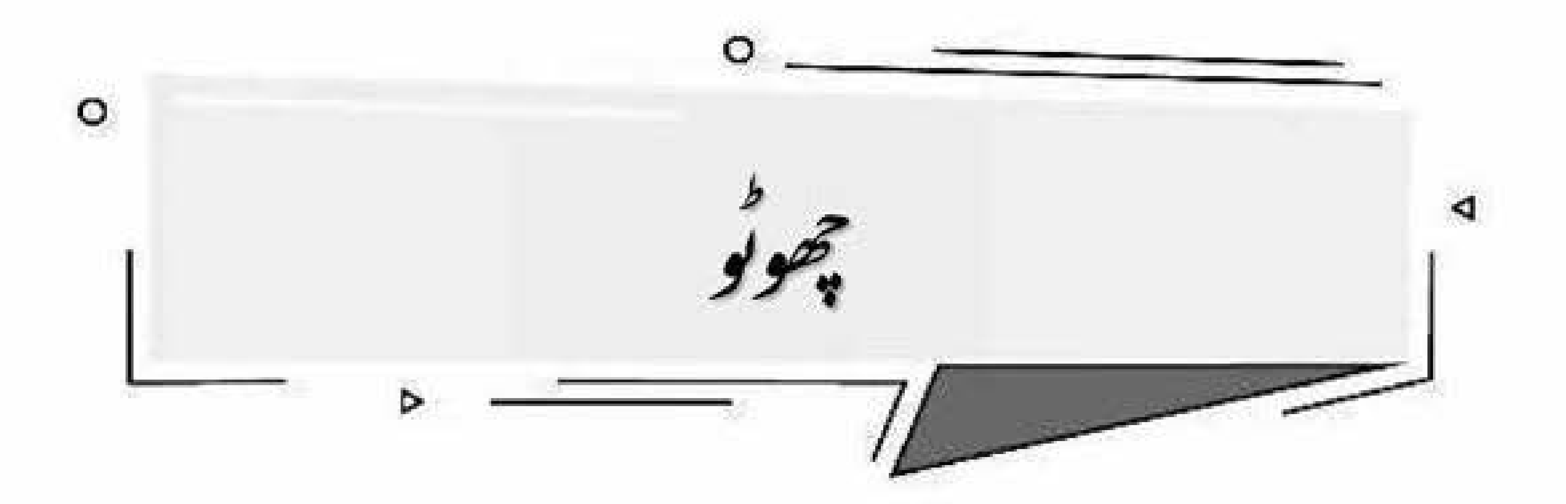
اس نے فریج کی طرف اشارہ کیا۔

میں بے ساختہ ہنس پڑا:

"کیا۔۔۔؟ وہ جنت ہے؟"

"ہاں ماموں! کل قربانی کے بعد دادا جان نے کہا ہمارا بکرا اب جنت میں جائے گا۔۔۔ ممی نے جب بکرے کا سارا گوشت فریج میں رکھا تو سمجھ میں آیا کہ وہ فریج نہیں جنت ہے۔"

☆☆☆



چھوٹو

"ارے چھوٹو اب تم چائے کی دکان پر کام نہیں کرتے؟ کئی دنوں سے نظر نہیں آئے؟"

"صاحب۔۔۔'بال مزدوری روک تھام والے' اکثر مالک کو پریشان کرتے تھے تو مالک نے میری ہمیشہ کے لیے چھٹی کر دی۔"

"اب کیا کرتے ہو؟"

"صاحب بینر ہولڈنگ پر فلیکس لگاتا ہوں۔۔"

"باپ رے۔۔۔!! اتنی اوپر چڑھ کر۔۔۔ ایسے جوکھم کے کام کی کیا ضرورت؟"

"کرنا پڑتا ہے صاحب! اپنے اور گھر والوں کے پیٹ کے لیے۔۔"!

"تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

"سرکاری اشتہار کا فلیکس ہے صاحب"!

فلیکس دیکھ کر میں دیکھتا رہ گیا، لکھا تھا:

"بال مزدوری قانوناً جرم ہے"!

☆☆☆



روہن اور گاندھی

”روہن! تمھیں کس نے کہا کہ گاندھی بنو؟“ اسٹیج کے پیچھے مس بھارتی روہن پر برسیں۔

”مس! یہ ہمارا ہی آئیڈیا تھا۔“

”روہن! صرف چشمہ لگا کر تم گاندھی نہیں بن سکتے۔۔۔ تمھاری لاٹھی کہاں ہے۔۔۔ اور یہ خاکی چڈی اور شرٹ اتارو جلدی۔۔۔ تمھاری دھوتی؟ ابھی وِگ اور مونچھیں بھی لگانی ہے۔۔۔ اُف! وہاں اسٹیج پر تمھارا نام پکارا جانے والا ہے۔۔۔!! گاندھی بننا کوئی آسان کام نہیں سمجھے!“

”پھر مس اب کیا کریں گے۔“

”دیکھو! تم نے چشمہ لگایا ہے۔ یہ گول کالی ٹوپی پہنو اور ویر ساورکر بن جاؤ! ویسے بھی اب بہت دیر ہو چکی ہے۔“

☆☆☆



شادی کے دسترخوان پر نثار بڑبڑانے لگا:

"جمیل میاں داماد تو ڈھونڈ لاتے ہیں گائے جیسے! اور شادیوں میں 'دال چاول' ابال دیتے ہیں۔ گوشت تو حرام ہو جیسے! جمیل نے اپنی تینوں بیٹیوں کو ڈاکٹر بنا کر کون سا تیر مار لیا؟ کیا اتنی بھی رقم نہیں کہ گوشت کا انتظام کریں؟ بڑا بے غیرت انسان ہے! کنجوسی میں تو کوئی ثانی ہی نہیں"!!

میں نے مسکراتے ہوئے کہا:

"تمھاری پلیٹ میں گوشت ہے! احتیاط سے کھاؤ۔۔"!!

نثار ابل پڑا،

"کیا بکواس ہے؟ کہاں ہے گوشت؟"

میں نے کہا:

"ہے نا۔۔۔۔ آپ کے مردہ بھائی کا گوشت! غور سے دیکھو"!!

☆☆☆



کافی عرصہ بعد ستیش کو سرکاری اسپتال میں دیکھ کر مجھے سات سال پرانی اس سے ملاقات یاد آگئی۔

وہ اس روز 'میں انّا ہوں' لکھی ترچھی ٹوپی پہنے ہوئے چلا آرہا تھا۔ میرے پوچھنے پر گٹکا تھوک کر کہنے لگا،

"لوک پال کے لیے آندولن میں گیا تھا۔"

میں نے کہا،

"واہ!! بلیک میں ملنے والا گٹکا کھا کر کرپشن کے خلاف لڑائی! پتا ہے نا؟؟؟ پابندی کے بعد بغیر رشوت خوری کے گٹکا نہیں بکتا۔"

وہ مسکرایا اور چل دیا۔

میں نے آج بھی پوچھا،

"اِدھر کہاں؟ کیا ہوا تمھیں۔"

وہ بڑی مشکل سے بولا،

"منہ کا کینسر"!

☆☆☆



ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ بے چین اور مایوس نظر آرہا تھا۔۔۔آنکھیں لال تھیں۔۔۔شاید! رات پھر جاگ کر کٹی تھی۔۔۔میں نے حال چال پوچھا۔

اس نے بس اتنا کہا،

"زندگی سے بیزار ہوں یار۔۔۔"

میں نے اپنا موبائیل اسے دیا اور کہا،

"فیسبک پر میموری شیئر دیکھو، پانچ سال پہلے کی تمھاری تصویر۔۔"

وہ بولا،

"اچھی تصویر ہے۔"

"دیکھو! تصویر میں تم مسکرا رہے ہو۔" میں نے کہا۔

وہ اثبات میں سر ہلایا۔

"پانچ سیکنڈ مسکرانے سے تصویر اچھی ہو سکتی ہے تو ہمیشہ مسکرانے سے زندگی کتنی اچھی ہوگی۔۔۔؟؟"

میرا سوال سن کر وہ مسکرا دیا۔

☆☆☆



ڈاکٹر وکاس جین کا گھر ٹیلی فون کی گھنٹی سے گونج اٹھا۔

ڈاکٹر صاحب نے اداس چہرہ لیے فون ریسیو کیا تو دوسری جانب سے آواز آئی:

"ہیلو ڈاکٹر صاحب! میں 'راشٹر ماتا رانی پدماوتی وردھ آشرم' سے بات کر رہا ہوں۔ اخبار میں اشتہار دیکھ کر معلوم ہوا کہ آپ کا پیارا کتا دو روز سے لاپتا ہے۔ دراصل آپ کا کتا ہمارے آشرم آگیا ہے۔ وہ آپ کی 'ماتا جی' کے ساتھ ہی کھانا کھاتا اور سوتا ہے۔ ان کے ساتھ دن بھر کھیلتا بھی ہے۔۔۔!

آپ یہاں آئیں اور اپنا 'کتا' واپس لے جائیں۔ شکریہ"!

☆☆☆



وراثت

"یار ساجد۔۔! اگلے ہفتے تمھاری بیٹی کی شادی ہے۔۔۔ مہمانوں کے لیے تھوڑی بہت ضیافت کا بھی انتظام نہ کروگے۔؟ پلاٹ بیچ کیوں نہیں دیتے؟ رفیق نے مکان بیچ دیا، شریف نے حج کے روپے لگا دیے۔۔۔ میں نے خود پرووڈنٹ فنڈ کی قربانی دے دی۔۔۔ مگر! ہم نے بیٹیوں کو بڑی شان سے وداع کیا۔۔۔ بارات چوکھٹ پر ہوگی تو کیا دوگے۔۔۔! سرپرائز۔۔۔؟؟"

شکیل نے ساجد کو سمجھایا۔

"ہاں" ساجد نے جواب دیا۔

"مطلب۔۔؟" شکیل حیران تھا۔

ساجد بولا،

"پلاٹ بیچ کر بیٹی کی شادی کرنے سے بہتر ہے۔۔۔ وہ پلاٹ اسے دے دوں۔۔۔ حصے کے طور پر"!!

☆☆☆



کشمیر سے دفعہ 370 ختم کیے ہوئے نو مہینے بیت چکے تھے۔۔۔!!

سردیوں کے کم ہونے کے ساتھ ساتھ سرینگر کی مشہور ہوکیر سر' دلدل میں سائبیریا اور وسط ایشیا سے آئے ہوئے پرندے اپنے وطن واپس جا رہے تھے۔۔۔

اِدھر ڈل جھیل کے کنارے واقع ایک خوبصورت لیکن ویران 'شاہی گیسٹ ہاؤس' کے چوکیدار گُل محمد نے دروازے سے اخبار اٹھایا۔

گل کا یہ پسندیدہ اخبار تقریبًا نو مہینے بعد شائع ہوا تھا۔

"کورونا وائرس کے سبب ساری دنیا میں لاک ڈاؤن، ہر طرف کرفیو جیسا ماحول!"

اس سرخی کو پڑھ کر گل کے چہرے پر طنز آمیز مسکراہٹ تھی۔۔۔!!

☆☆☆



یہ حقیقت تھی کہ ملک میں اس سے بہتر کوئی تیراک نہیں تھا۔ وہ تیراکی کی باریکیوں سے بھی خوب واقف تھا۔

وہ روزانہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ساحلِ سمندر پر بیٹھ کر تیرنے والوں کی خامیاں گنایا کرتا تھا۔

وہ اور اس کے شاگرد سمندر میں شاذونادر ہی اترتے۔

ایک روز اس کے نوجوان پڑوسی تیراک کا قومی ٹیم میں انتخاب ہوگیا۔

اس نے اس خبر سے بے چین ہوکر خوب شراب پی۔

آج موسم بھی کچھ زیادہ ہی گرم تھا۔

وہ نشے کی حالت میں نہانے گیا اور باتھ ٹب میں ڈوبنے سے اس کی موت ہوگئی۔

☆☆☆



لیڈیز ڈاکٹر

"بیٹا۔! بہو کی زچگی قریب ہے۔کیا کوئی مسلم لیڈیز ڈاکٹر نہیں اس نئے شہر میں ؟؟؟"

حاجی صاحب نے فکر انگیز سوال کیا۔

شہزاد، "ابو رہنے دیں، جہاں سے علاج شروع ہے وہیں ڈیلیوری کروالیں گے۔"

ابو، "کیسے شوہر ہو تم۔۔؟کیا اب غیروں سے ڈیلیوری کرواؤ گے ؟"

شہزاد نے تلخ لہجے میں کہا،

"یہاں ایک ہی مسلم ڈاکٹر ہے۔۔۔!!ڈاکٹر شبانہ صدیقی۔"

ابو، "کون شبانہ صدیقی ؟"

شہزاد، "میری کلاس فیلو۔۔۔وہی جس کے ایم بی بی ایس میں داخلہ کے بعد اعلیٰ تعلیم کے خلاف احتجاجًا، آپ نے ہم دونوں کی منگنی توڑ دی تھی۔۔۔ وہی شبانہ صدیقی"!

☆☆☆



"روہت! آپ نے چیپٹر سیون میں یہ سب کیا لکھا ہے۔۔۔؟؟"

روہت کے پی۔ایچ۔ڈی۔ گائیڈ نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کہاں سر" روہت نے گھبرا کر پوچھا۔

"یہی کہ۔۔۔ ہندوستانی مسلمان سیلف ایمپلائمنٹ میں سب سے آگے ہیں۔ باقی مذاہب کے مقابلے مرد اور عورت کا تناسب بہتر ہے۔ اولڈ ایج ہوم میں مسلم بزرگوں کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔۔۔۔ کیا ہے یہ؟؟؟"

"سر یہ سب حقیقت پر مبنی ہے"!

"روہت!!! تم پی۔ایچ۔ڈی کرنے آئے ہو۔۔۔ حقیقت بیان کرنے نہیں! پھاڑ کر پھینک دو اسے۔۔۔"

اس طرح چیپٹر سیون پھاڑتے ہی روہت کو گائیڈ کے فائنل دستخط حاصل ہو گئے۔۔۔

☆☆☆



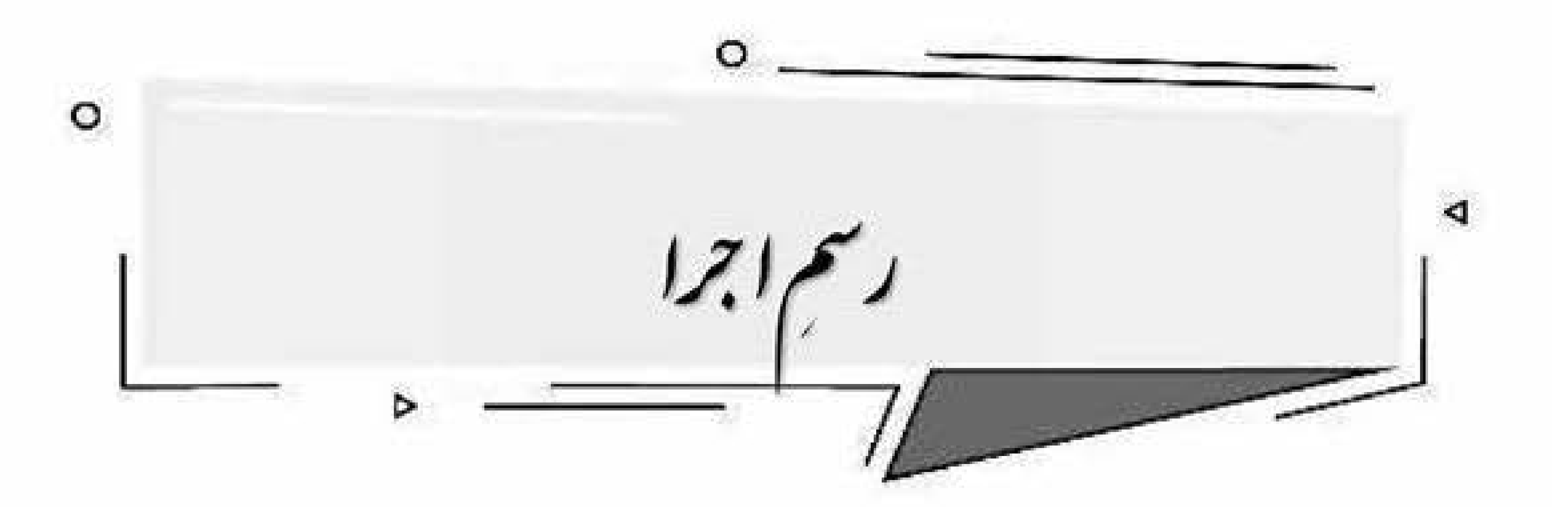
آج دسہرہ تھا اور بھارت الیکٹریکل اسٹور میں بہت بھیڑ تھی۔ اِدھر سیٹھ جی نوٹ گننے میں مصروف تھے۔۔۔

اُدھر راموا اور شمبھو منہ لٹکائے، گاہکوں کو سنبھالتے ہوئے اپنی قسمت کو کوس رہے تھے۔۔۔ کیونکہ سیٹھ جی نے آج ہی حکم صادر کیا تھا کہ دیوالی پر بھی تینوں دن اسٹور کھلا رہے گا۔ امسال کوئی چھٹی نہیں ملے گی۔

آج انھیں کریم چاچا بہت یاد آ رہے تھے۔۔۔ وہ کریم چاچا جو دیوالی پر برسوں سے اکیلے ہی اسٹور سنبھال لیا کرتے تھے۔۔۔

وہ کریم چچا جنھیں انہی دونوں نے مختلف سازشوں کے ذریعے اسٹور سے نکلوایا تھا۔۔۔

☆☆☆



آخرکار۔۔سلیم صاحب نے اپنے بے روزگار بیٹے کے لیے گھڑی کی دکان کھولنے کا فیصلہ کیا جس کی آج افتتاحی تقریب تھی۔

مولوی صاحب اپنے بیٹے ندیم کے ساتھ بازار پہنچے۔۔۔

انھیں ندیم کے لیے ایک تحفہ بھی خریدنا تھا۔۔۔

مولوی صاحب نے رسمِ اجرا کے بعد خطاب کیا اور خوب رو رو کر خیر و برکت کے لیے دعائیں کیں۔

دعا کے بعد ندیم نے کہا،

"ابو مجھے گھڑی چاہیے۔۔۔"!!!

مولوی صاحب دھیرے سے بولے،

"بیٹا آگے کسی دکان سے موبائل فون لے لو اس میں گھڑی کے ساتھ بہت کچھ ہے۔ یہ گھڑی نہیں موبائل فون کا دور ہے۔۔۔"!!

☆☆☆



ادھوری کہانی

دوستوں نے کہا کہ ایوودھیا فیصلے پر سو لفظوں کی کہانی لکھو۔۔۔

نہ تو میں تیار تھا نہ ہی میرا ذہن، پھر بھی لکھنے بیٹھ گیا۔۔۔

کچھ آڑی ترچھی لکیریں کھینچیں۔۔۔

لفظ تو صرف سو ہی چاہیے تھے مگر لفظ ہی ڈھونڈھتا رہا۔۔۔

پھر کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا۔۔۔!!

اس حرکت پر میری بیوی کی نظر پڑی تو مجھ سے بولی،

"کیوں جی؟ کیوں پھاڑ دیے؟ کیا لکھا تھا؟"

"کچھ نہیں ایک ادھوری کہانی تھی۔۔۔"

میں نے کہا۔

کاغذ ٹٹولتے ہوئے اس نے پوچھا،

"کون سی کہانی؟ کیا تھا عنوان؟"

ٹکڑے ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے میں نے کہا،

"انصاف!"

☆☆☆



آخری وضو

سراج صاحب نماز پڑھنے کے لیے مسجد کے سامنے آٹو رکشا لگاتے۔

گنگا کے پانی سے وضو کرتے۔

نمازِ ظہر ادا کرتے۔

آج نماز ادا کر کے باہر نکلے تو بارش زور پکڑ چکی تھی۔

رکشے کے قریب پہنچے تو دیکھا تین لڑکے رکشے میں بیٹھے ہیں۔

وہ وندے ماترم، بھارت ماتا کی جے اور جے شری رام جیسے نعرے لگانے کے لیے زبردستی کرنے لگے۔

انکار کرنے پر ہاتھا پائی کی اور سراج صاحب کو دھکیل دیا۔

سر پھٹا اور خون بارش کے پانی کے ساتھ گنگا کی طرف بہنے لگا جہاں انھوں نے نماز کے لیے وضو کیا تھا۔

☆☆☆



بہادر لڑکی

ایک چار سالہ لڑکی اپنے سے چھوٹے ایک لڑکے کا ہاتھ تھامے کہیں جا رہی تھی کہ اچانک دونوں گر پڑے۔

دونوں رونے لگے۔

میں نے لڑکے کو اُٹھایا تو وہ خاموش ہوگیا، لیکن لڑکی روتی رہی۔

دونوں کو ان کے ہاتھوں سے گرے بسکٹ کے پیکٹ اٹھا کر دیا لیکن لڑکی کا رونا بند نہ ہوا۔

کافی سمجھانے پر خاموش ہوئی تو پوچھا،

"بیٹا! کیا تمھیں کہیں چوٹ لگی ہے۔۔۔؟

لڑکی نے نفی میں سر ہلایا۔

پھر پوچھا،

"تم تو بہادر ہو پھر کیوں روئیں۔۔۔؟"

لڑکی نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور کہا،

"میرا بھائی گر گیا تھا نا۔"[1]

☆☆☆

1۔ یہ کہانی حقیقت پر مبنی ہے۔ میری خود بیتی کہانی ہے۔



تصور

"ریاض صاحب آپ نے تو اپنی اسکول کی تصویر ہی بدل ڈالی۔ اس انگریزی میڈیم اسکول میں تو بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جبکہ پچھلے سال تو بچے بہت کم تھے؟"

ایجوکیشن آفیسر جو ریاض صاحب کے دوست بھی ہیں، حیرت سے سوال کیا۔

"جی! میں نے فلاحی تنظیم کے اصولوں پر اسکول شروع کیا۔ مفت تعلیم کے ساتھ یونیفارم اور کتابیں بھی مفت تھی۔۔۔ لیکن سب ناکام رہا! میں نے اس سال سے موٹی فیس وصولی کی اور اب سب ٹھیک ہے! میں نے تصویر کے ساتھ کچھ اور بدل دیا!!"

"کیا! میں سمجھا نہیں!"

"والدین کا تصور۔۔۔"

☆☆☆



بھارت نگر کے مقامی لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک خوبصورت تالاب بنایا۔

قدرت بھی مہربان تھی۔ خوب بارش ہوئی اور زمین سے کئی جھیریں بھی پھوٹ گئیں۔

تالاب لبالب بھر گیا۔

دھیرے دھیرے کچھ لوگوں نے اس میں اپنے اپنے کھیتوں کی باقیات ڈالنا شروع کر دیے۔

کچرا اور گندگی پھینکنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

پاس کے مندر سے تالاب تک ایک نالی بنا دی گئی جس سے پھول پتیوں کا چڑھاوا وہاں تک بہہ کر آنے لگا۔

آج سارے تالاب کے اوپر اوپر کنول کا پھول کھلا ہوا ہے لیکن اندر کیچڑ ہی کیچڑ ہے۔۔۔!

☆☆☆



لکشمن کی چوکھٹ

سلیم نیک نوجوان تھا۔

لاک ڈاؤن کے پہلے ہی دن سے وہ ایک مقامی فلاحی تنظیم کے رکن کے طور پر خدمتِ خلق میں مصروف تھا۔

راشن کی کٹ بانٹنے کا کام بخوبی انجام دیتا۔

اس نے کبھی ہندو مسلم میں تفریق نہیں کی۔

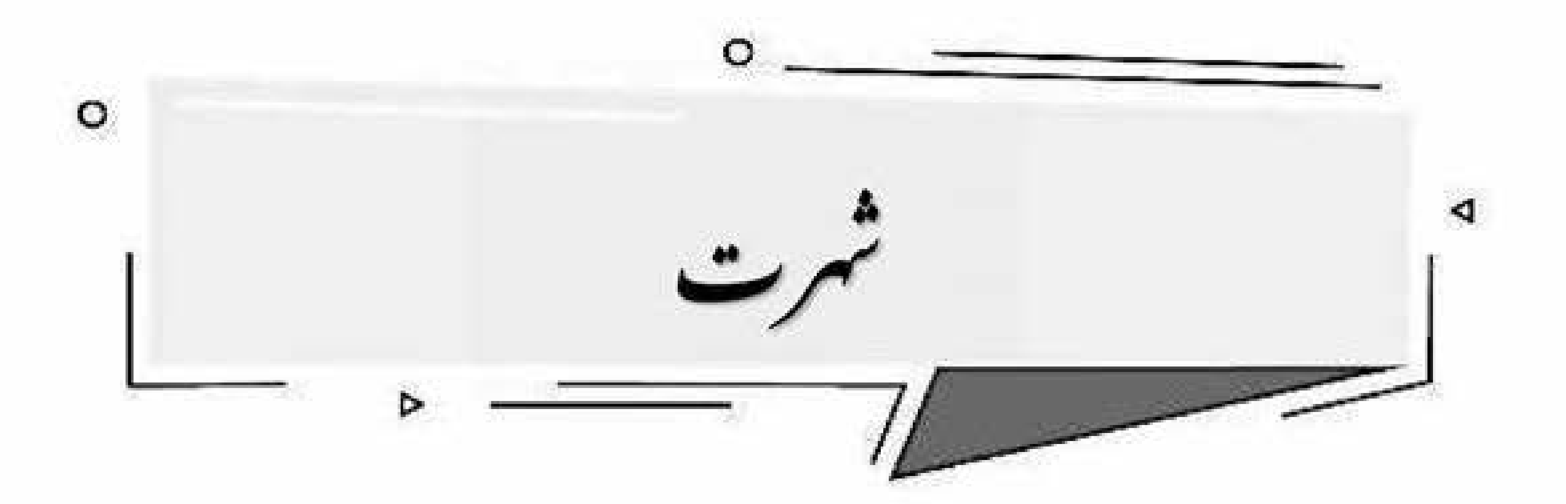
صبح پڑوس کے لکشمن کشواہ کی چوکھٹ پر خاموشی سے کٹ رکھ دی۔

دہلی سے واپس آئے اسے بیس دن سے زیادہ ہو چکے تھے۔ لیکن شام کو محکمہ صحت اور پولیس والے اسے کورنٹائن کے لیے جبراً لے گئے۔

لکشمن اپنی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے کہنے لگا،

”اچھا ہوا لے گئے اسے۔۔۔ جماعتی کہیں کا!“

☆☆☆



شہرت

وہ نشہ کرتی تھی۔ شراب سگریٹ خوب پیتی تھی۔۔۔
دھیرے دھیرے اس کی جوانی ڈھلنے لگی۔۔۔
اور فلمیں بھی فلاپ ہوتی رہیں۔۔۔
پھر بے روزگاری میں ایک خودکشی کے معاملے کو اس نے بڑے زور سے اٹھایا۔

اپنے ہی شہر کو 'پاکستان آکوپائڈ کشمیر'، اپنی انڈسٹری کو 'گٹر' اور اپنے ساتھیوں کو 'نشیڑی' کہنے لگی اور خوب مشہور ہوگئی۔

یہ سب دیکھ کر ایک افسانچے کا پلاٹ ذہن میں آیا۔
لیکن،
چند سیکنڈ بعد شہرت کا خیال آیا تو افسانچوں کا مذاق بنا کر افسانچوں کے گروپ میں پوسٹ کرتے ہی مجھے شہرت مل گئی۔۔۔!

☆☆☆



سنگھ کے ہیڈکوارٹر ناگپور میں تقریب جاری تھی جس کا موضوع تھا،
"جمہوری نظام اور اقتدار کا حصول!"
کچھ فاصلے پر واقع مومن پورہ کے ایک بریانی سینٹر سے دو دوست گفتگو کرتے باہر نکلے،
"یار صادق! آج نئی بات علم میں آئی تو لگا کہ ہماری علمیت کا جنازہ نکل گیا۔"
"مطلب!!"
"دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا، اس میں کُتّے سے مراد کَتا ہے۔ یعنی کپڑے دھونے کا ڈنڈا! اصل لفظ کتکہ تھا جو بگڑ کر کتا بن گیا۔"
تبھی وہاں کھڑا ایک آوارہ کتا دونوں پر بھڑک گیا اور دونوں کو بھنبھوڑ کر بھاگ گیا۔۔۔

☆☆☆



اس نے مایوس ہو کر لیپ ٹاپ بند کیا۔

آج بھی اس کی کوئی تخلیق اخبار میں شائع نہیں ہوئی۔

اسے مایوس دیکھ کر ساحل نے وجہ دریافت کی تو وہ گویا ہوا،

"پتا نہیں یار۔۔! میری کوئی تخلیق شائع نہیں ہوتی۔ ہر اتوار اور پیر ادبی صفحات کھنگال کر تھک گیا ہوں۔"

"ارے تھکنے کی ضرورت نہیں۔۔۔! میرے پاس ایک ترکیب ہے وہ کب کام آئے گی؟"

"ترکیب؟"

"ہاں! اپنی تخلیقات کے عنوانات کے ساتھ 'بچوں کے لیے۔۔۔' یہ تین الفاظ جوڑ دو۔۔۔ سب شائع ہو جائے گی۔۔۔!! آج کل ادب اطفال میں سب چلتا ہے۔۔۔!"

☆☆☆



ایک قبیلے کے لوگ پیراشوٹ بنایا کرتے تھے۔
لیکن کچھ لوگ چھوٹی چھوٹی پتنگیں بنانا چاہتے تھے۔
آخر انھوں نے بغاوت کر دی۔
آسمان میں چھوٹی چھوٹی پتنگیں اڑنے لگیں۔۔
کچھ ہی دنوں بعد وہ آپس میں لڑنے لگے ایک دوسری کی پتنگوں کی لمبائی اور چوڑائی، ساخت اور رنگوں پر بحث کرنے لگے۔
انھوں نے ایک دوسرے کی پتنگوں کو پھاڑ دیا۔
ساری پتنگیں ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر بکھر گئیں۔
قبیلے کے سرداروں نے اپنے پیراشوٹ سے آسمان کی بلندیوں سے زمین پر بکھری پتنگوں کو دیکھا۔
وہ ان نادانوں پر افسوس کے سوا کچھ نہ کر سکے۔

☆☆☆



مسلم گراؤنڈ

مسلم گراؤنڈ پر "مسلمانوں کی پسماندگی، اسباب اور حل" عنوان پر تین گھنٹے سے جلسہ ہو رہا تھا۔

پہلے گھنٹے میں سلمان صدیقی صاحب نے مسلمانوں کی پسماندگی پر رپورٹ پیش کی تھی۔

دوسرے گھنٹے اسباب پر روشنی سراج حسن صاحب نے ڈالی تھی اور آخر میں ظہیر خان صاحب حل پیش کرنے والے تھے۔

پہلے حصے کے بعد دوسرا حصہ رات دس بجے تک جاری رہا اور لاؤڈاسپیکر کی پابندی کا حوالہ دے کر پروگرام ختم کر دیا گیا۔

میری نظریں اسٹیج سے اترتے ہوئے ظہیر خان صاحب پر ٹک گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں کورے کاغذوں کا پلندہ تھا۔۔۔

☆☆☆



شمشان میں لمبی قطار تھی۔۔۔ 71 نمبر کی ٹوکن والے نے 70 والے کے سوال کے جواب میں کہا،

”تمھاری بات ٹھیک ہے۔۔۔! لیکن اس کو موت بھی مشکل سے چھو سکتی ہے آخر وہ ملک کا سب سے طاقتور شخص ہے۔۔۔ ڈاکٹروں کا بڑا عملہ اس کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی صحت کی پل پل کی جانچ ہوتی ہے۔ حیران ہونے کی ضرورت نہیں کہ اسے یہ بیماری اب تک کیوں نہیں ہوئی۔۔۔!!“

70 نمبر اپنی ٹوکن کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا،

”یہ انسان سے انسان کو ہوتی ہے، شاید! اسی لیے اسے یہ بیماری نہیں ہوئی!!“

☆☆☆



مدرسے کے سالانہ اجلاس کے اختتام پر میرے سامنے ایک لڑکا پیلے رنگ کی بوتل لیے کھڑا تھا، میں نے پوچھا

"بیٹا۔۔!! بوتل کہاں سے لائے ہو؟"

وہ فخر سے بولا: "انعام میں ملی ہے۔۔۔"

مجھے شرارت سوجھی: "مجھے یہ بوتل سو روپے میں دے دو"

اس نے نفی میں گردن گھما کر کہا،

"پانچ سو روپے!"

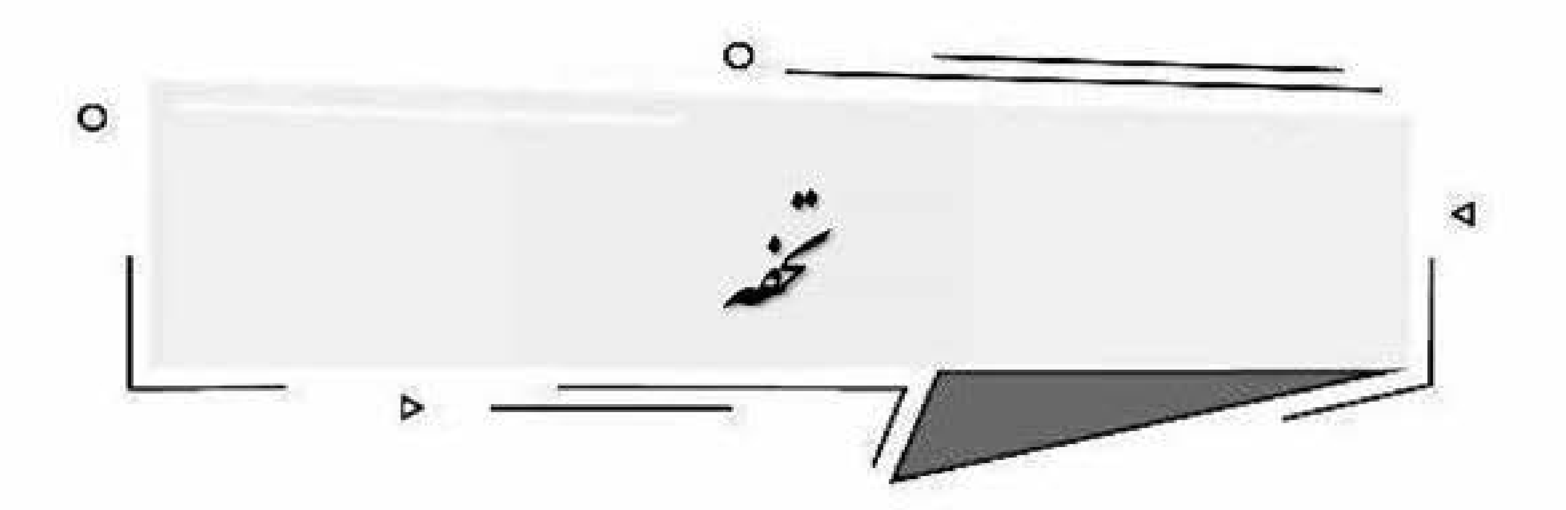
"چلو ٹھیک! پانچ سو میں دے دو۔" میں نے بوتل لے لی۔

"پانچ سو روپے میں بھی نہیں دوں گا، یہ مجھے انعام میں ملی ہے۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہ میرے ہاتھوں سے بوتل کھینچ کر مسکراتا ہوا چلا گیا۔۔۔[2]

☆☆☆

2۔ خود بیتی کہانی



تحفہ

ہم دسویں میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئے تھے۔۔۔

شہر کے سندھیوں کی تنظیم نے امتیازی نمبروں سے کامیاب طلباء کو تحائف تقسیم کرنے کا اعلان کیا۔

ہم شاندار تحفے کی امید لیے سندھی بھون پہنچ کر حیران تھے۔

یہاں تو سات سو سے زائد طلبہ و طالبات جمع ہیں۔

ہمیں بھی ایک سادہ سا سرٹیفکیٹ دیا گیا جس پر ہمارا نام غلط لکھا ہوا تھا۔

تقریب کے اختتام پر پتا چلا کہ یہی وہ تحفہ ہے۔۔۔

اس روز ہمیں سبق ملا کہ عمومی طور پر تقسیم کی جانے والی چیز کچھ اور ہی چیز ہوتی ہے! تحفہ نہیں ہوتا۔۔۔![3]

☆☆☆

3۔ خود بیتی کہانی



پلاننگ

اسے چاند سا بیٹا ہوا۔۔۔وہ خوش تھا۔۔۔

سرجری سے پہلے اس نے تاکید کی تھی کہ بیٹا ہوا تو اس کی بیوی کا فیمیلی پلاننگ آپریشن بھی کر دیا جائے۔

بیوی کے احتجاج پر اس نے کہا تھا،

”میں کتے بلیوں کی طرح بچے نہیں چاہتا۔۔۔مجھے مختصر خوشحال خاندان چاہیے۔۔۔“

آج چھٹی ہوئی تو وہ بچے کو لیے اسپتال سے نکلا۔ گاڑی سڑک کے دوسری طرف تھی۔ اچانک ایک تیز رفتار ٹرک نے اس کے بچے کو ہوا میں اچھال دیا اور ٹرک کا پہیا اس کی کمر سے گزر گیا۔۔۔

پیچھے سے بیوی یہ منظر دیکھ گنگ رہ گئی۔۔۔

☆☆☆



'ریشمی رشتے' سیریز کا اگلا ناول مکمل تھا۔ اختتام ہی نہیں بلکہ پورے ناول سے میں مطمئن نہیں تھا۔ پبلیشر کی یاددہانی سے مزید بے چین تھا۔ رات کے تین بج گئے تھے۔ بچوں سمیت بیوی مائیکے گئی ہوئی تھی۔

صبح دفتر کے لیے نکلا تو امی نے آواز دی،

"بیٹا۔۔۔!! رات بھر تمھارے کمرے کی بتیاں روشن تھیں، کیا بات ہے۔۔۔!"

ہفتوں بعد میں امی کے بستر کے کونے پر بیٹھا تو انھوں نے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔۔!

ناول کے اختتام پر مجھے جس سکون کی تلاش تھی وہ تو امی کے بستر کے اسی کونے پر موجود تھا۔۔۔!!

☆☆☆



”صاحب! ملک کے حالات بے قابو ہیں۔ آکسیجن، دواؤں اور ویکسین کی قلت ہے۔ سارے ہاسپیٹل بھرے پڑے ہیں۔ لاشیں جلانے کے لیے لکڑیاں نہیں! شمشان میں جگہ نہیں! دو دو کلو میٹر تک لاشوں کی قطاریں ہیں۔ لوگ لاشوں کو گنگا میں بہا رہے ہیں۔ ندی کنارے ریت میں دفن کر رہے ہیں۔ ہر خاص و عام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔“

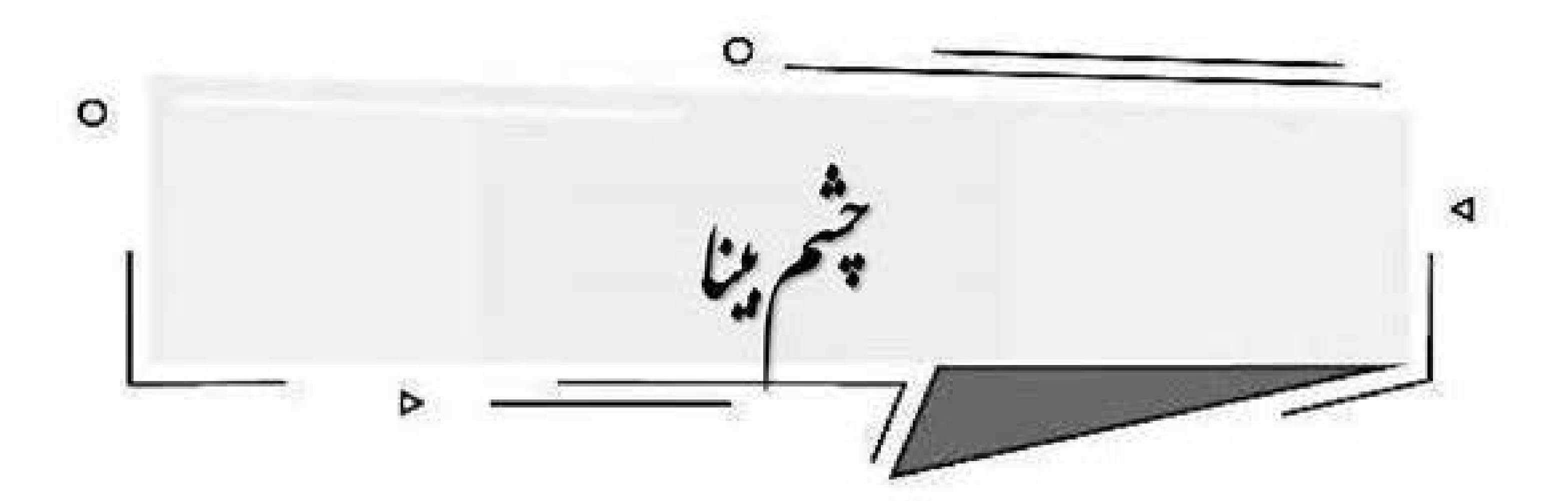
”ٹھیک ہے ہم کچھ کرتے ہیں۔۔۔“

”جی سر، حکم کریں ہمارا منصوبہ کیا ہے؟“

”آنسوؤں کا جواب ہم آنسوؤں سے دیں گے۔ میں اگلی آن لائن میٹنگ میں رو دوں گا۔۔۔ بس!!“

یہ کہتے ہوئے صاحب مسکرا دیے۔۔۔

☆☆☆



چشم بینا

انعام الحق صاحب سر پر پانی سے بھرا ڈرم اٹھائے نوید کے آگے چل رہے تھے، وہ چیخے،

"نوید! کیا اٹھایا سڑک سے؟ پھینکو فوراً!"

دس سالہ نوید نے جواب دیا،

"ابو۔۔۔کوکا کولا کا ڈھکن ہے۔"

"بیٹا! سڑک سے ایسے کوئی چیز نہیں اٹھاتے۔۔۔اچھی بات نہیں!"

"جی ابو!" کہتے ہوئے نوید نے ڈھکن پھینک دیا۔

"لیکن ابو آپ تو آگے چل رہے ہیں، آپ کو کیسے دکھائی دیا؟"

"بیٹا آپ کا سایہ دکھائی دے رہا ہے۔۔۔میں تو آپ کے سایے پر بھی نظر رکھتا ہوں۔۔۔"

"جی ابو!" کہتے ہوئے نوید اپنے ابو کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔۔۔[4]

☆☆☆

4۔ خان نوید الحق انعام الحق صاحب کی خود بیتی کہانی



ہیک

"وہ دوسری مرتبہ بھی وزیراعظم بن گیا، تیسری مرتبہ بھی بن سکتا ہے، اسے دلوں کو جیتنا آتا ہے۔"

"نہیں! وہ ہیک کرتا ہے۔۔۔!"

"کیا ای۔وی۔ایم؟"

"نہیں"

"تو پھر؟؟؟"

"مسلم ممالک اسے قومی اعزازات سے نواز رہے ہیں۔ متحدہ عرب امارات میں وہ مندر بنوا رہا ہے۔ پڑوسی اسلامی جمہوریہ اسے مندر میں درشن اور ریلیاں کروا رہی ہے۔ انتخابات کے وقت وہ گپھاؤں اور ملک کی مختلف مندروں میں بیٹھ جاتا ہے۔ مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر ہو رہا ہے۔۔۔!"

"تو اس نے کیا ہیک کیا؟"

"دل نہیں جیتتا۔۔۔ بیوقوف لوگوں کا دل ہیک کرتا ہے وہ!"

☆☆☆



اندھیر چوکی

بدبودار کال کوٹھری میں سارے لوگ پریشان تھے۔
کل ستائیس لوگ تھے جو یہاں پر قید کیے گئے تھے۔
کمرہ اتنا چھوٹا تھا کہ اگر سارے بیٹھ جائیں تو کمرہ بھر جائے۔ اس لیے کچھ لوگ کھڑے اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔
ان تمام کا تعلق ایک ہی مذہب سے تھا اور تقریباً تمام لوگوں کے سر پر ٹوپیاں لگی ہوئی تھی۔ انھیں مسجد سے پکڑ کر یہاں لایا گیا تھا۔
اندھیر چوکی میں انھیں تین گھنٹے سے زیادہ کا وقت ہو گیا تھا۔
ان تمام کا جرم تھا کہ انھوں نے سوشل ڈسٹینسنگ کی خلاف ورزی کی تھی۔

☆☆☆



عام اور آم

2019ء عام انتخابات کے پہلے خاص انٹرویو میں، ایک خاص شخص جو سلیبرٹی بھی تھا اس نے اپنے سے بھی خاص شخص سے ایک عام سی چیز پر بہت ہی خاص سوال پوچھا،

”آپ آم کاٹ کر کھاتے ہیں یا چوس کر؟“

وہ خاص انٹرویو عام لوگوں میں بے حد مقبول ہوا۔

اس عام انتخابات میں اس بہت ہی خاص آدمی کو جیت حاصل ہوئی۔۔۔

پھر 370 ہٹا،

مندر کا فیصلہ آیا،

سی۔اے۔اے آیا،

کورونا آیا،

لاک ڈاؤن آیا

اور!

معلوم ہوا کہ وہ خاص قسم کا آم کاٹ کر کھاتا ہے اور عام لوگوں کا خون چوس کر پیتا ہے!

☆☆☆



وہ ہندی اخبار کا لے آؤٹ ڈیزائن کیا کرتا تھا۔

مئی 2014ء لوک سبھا انتخابات کے نتائج کی شام اس نے ہندوستان کے حلقۂ انتخابات کا نقشہ دکھاتے ہوئے چیف ایڈیٹر سے پوچھا،

"سر ہیڈلائن کیا لگاؤں ؟"

ایڈیٹر مسکرایا اور کہا،

"بھگوا رنگ میں رنگا بھارت ! یہ ہیڈنگ لگا دو!"

مئی 2019ء انتخابات کے نتائج کی شام ویسا ہی نقشہ دکھانے پر ایڈیٹر خوشی سے جھوم کر بولا،

"بھگوا رنگ میں رنگا بھارت!"

آج مئی 2021ء اس کے ہاتھ میں ہندوستان کا نقشہ جس میں شمشان کی چتائیں تھیں۔۔۔

ڈیزائنر نے پوچھا،

"بھگوا رنگ میں رنگا بھارت ! یہ ہیڈنگ لگا دوں ؟

☆☆☆



"ہیلو شکیل۔"

"جی سر فرمائیں۔"

"پچھلے ہفتے شوخی صاحب کا مجھ پر لکھا جو خاکہ ملا تھا اسے فوراً میرے موبائل پر بھیجو!"

"سر تھوڑا وقت لگے گا۔"

"کیا تمھیں پتا نہیں؟ شوخی صاحب انتقال کر گئے۔ آج پھر میں واٹس ایپ پر انتقال کی خبر پوسٹ کرنے میں پیچھے رہ گیا۔"

"سر وہ ان پیج فائل ہے۔ یونیکوڈ میں تبدیل کر کے بھیجتا ہوں۔"

"میرے ساتھ شوخی صاحب کی جو تصویر ہے وہ بھی بھیجو!"

وبا کے سبب ہونے والی اموات کے دوران اِس ادیب نے اپنا خاکہ، کتاب کے اجراء کی تصویر شیئر کر کے خوب داد بٹوری۔۔۔!

☆☆☆



پچیس

میں اور حق صاحب 'قرطاس وقلم' کی آن لائن نشست میں شامل تھے۔ پروگرام کے بعد ان کا فون آیا۔

کہنے لگے،

"ریحان بابو! تمھاری سو لفظی کہانیاں پڑھ کر مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی ہوتی ہے کہ کس طرح لکھ لیتے ہو؟ بعد میں جب انور مرزا صاحب نے پچاس لفظی کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں پچیس لفظی کہانی لکھوں! لیکن کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا کہ کبھی چوبیس ہوتی تو کبھی چھبیس۔۔۔!"

اور ہم چوبیس اور چھبیس کے درمیان پھنسے پچیس پر خوب دیر تک ہنستے رہے۔۔۔![5]

☆☆☆

5۔ خود بیتی کہانی



وہ بھی شاید میری طرح فلسطین پر ہو رہے تازہ ظلم و ستم کے سبب اندرونی طور پر بے چین تھا،

"بھائی! شیر خورمہ تو لو۔۔۔ دیکھو کہیں بالکل ٹھنڈا نہ ہو جائے۔۔۔!!"

"ٹھنڈا تو شاید ہمارا خون ہو گیا ہے۔۔۔!!" اس نے بے بسی سے کہا۔

میں نے تسلی دی،

"سلیم بھائی! بڑی بڑی اسلامی حکومتیں، آرگنائزیشن اور تنظیمیں وغیرہ ہیں نا؟ یہ سب ضرور کچھ نہ کچھ کریں گی۔۔۔!"

"سب کی الگ الگ دنیا، الگ الگ نقشے ہیں۔ ان کے نقشوں میں برما، کشمیر اور فلسطین نہیں!"

یہ کہتے ہوئے سلیم نے ٹھنڈا شیر خورمہ واپس ٹرے میں رکھ دیا۔۔۔!

☆☆☆



چھپا ہوا سسٹم

”موذی اور جان لیوا وبا کے باعث ملک بربادی کے دہانے پر ہے۔۔!! لاکھوں بغیر دوا، بغیر آکسیجن کے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔۔۔ شمشان میں جگہ نہیں! جلانے کے لیے لکڑیاں نہیں! مردہ جانوروں کی طرح انسانی لاشیں ندیوں میں تیر رہی ہیں۔اس پر یہ لاک ڈاؤن۔۔۔! یہ سسٹم کی ناکامی ہے۔۔۔ آخر کہاں ہے سسٹم؟“

بڑے کارپوریٹ میڈیا کے اردو نیوز اینکر نے پینلسٹ سے پوچھا۔

پینلسٹ نے کہا،

”آپ کی بات کے پہلے لفظ میں چھپا ہوا ہے جواب۔۔۔! بس آپ کو دکھائی نہیں دے رہا۔۔۔اس لفظ کے واحد نقطے کو نکال دیں! وہی ہے سسٹم!“

☆☆☆



نیا ٹاسک

اندھیر نگری میں خطرناک وبا پھیل گئی۔

تھالی اور تالی بجانے کے بعد راجا چوپٹ سے درباریوں نے پوچھا،

"مہاراج اب کیا کرنا ہے۔۔۔بتائیں!!"

چوپٹ راجا نے داڑھی کھجا کر سارے تنکے گرا دیے اور درباریوں سے من کی بات کی،

"نیا ٹاسک ہے! دیا جلا۔۔۔دیا جلا۔۔۔!"

چوپٹ راجا کی گود سے سارے طوطے اڑنے لگے اور نگری میں چاروں طرف گھوم گھوم کر ایک ہی رٹ لگا دی،

"دیا جلا۔۔۔دیا جلا۔۔۔!"

لیکن! کچھ دنوں بعد نگری کی شمشان سے دھواں اٹھنے لگا۔۔۔

اور چاروں طرف بس یہی چیخ و پکار تھی،

"جلا دیا۔۔۔جلا دیا۔۔۔!!"

☆☆☆



2044ء کی ایک بھیانک رات جب قزاقستان میں ملک بدر ہندوستانی مسلمانوں کے ایک ریفیوجی کیمپ میں خون خرابے کے بعد سینکڑوں لوگوں کو پولیس اسٹیشن لایا گیا۔

"اب تو اقوام متحدہ نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ آپ روہنگیا سے بھی زیادہ مظلوم قوم ہیں۔۔۔ ہندوستان کی فاسسٹ حکومت نے آپ جیسے کروڑوں مسلمانوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا، شکر کرو کہ یہاں پناہ مل گئی۔ بہر حال یہ خونی کھیل کیوں کھیلا گیا؟"

انسپکٹر نے پوچھا۔

"سرباقی مسلک کے لوگ ہمیں ہماری مسجد میں بالکل بھی برداشت نہیں!"

ایک نوجوان سرخ آنکھیں نکال کر چیخا۔

☆☆☆



یونیورسٹی کی وائس چانسلر اپنی طبیعت اور نیند نہ آنے سے پریشان تھی،

"بہت پریشان ہوں، نیند نہیں آتی۔۔۔"

"میں صرف ڈاکٹر نہیں! تمھارا دوست بھی ہوں، بتاؤ کیا بات ہے؟"

"یونیورسٹی میں نئی تقرریوں سے کل دو کروڑ جمع ہوئے ہیں۔"

"ہمم! تو یہ وجہ ہے؟"

"نہیں! ڈر ہے کہیں پکڑی نہ جاؤں!"

"ایک رام بان ہے میرے پاس۔! نیند نہ آنے کا سارا ٹھیکرا کسی اور پر چھوڑ دو! بلکہ ایسا کرنے سے تمھارے حامیوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔"

"کس پر پھوڑنا ہے ٹھیکرا؟"

"صبح کی اذان اور لاؤڈ اسپیکر پر!"

تجویز سن کر وہ مسکرادی۔

☆☆☆



"جناب! آپ کا افسانہ شائع نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ سوری!!"

"کیوں! کیا ہوا؟"

"ہنسی کے نام پر مذاق کے سوا کچھ نہیں! یہ کیا لکھ دیا کہ وائرس سے پھیلنے والی وبا ریموٹ سے کنٹرول کی جا رہی ہے؟"

"کیوں کیا یہ حقیقت نہیں؟ ایک مخصوص پارٹی کی حکومت اور انتخابات والی ریاستیں اس وبا سے محفوظ کیسے ہیں؟"

"بھئی! وائرس پر جغرافیائی حالات اثر انداز ہوتے ہیں، بہر حال! ہم یہ بکواس شائع نہیں کریں گے۔۔۔ معذرت!"

اس مختصر واٹس ایپ چیٹ کے بعد ایڈیٹر نے موبائل رکھا اور ریموٹ اٹھا کر مسکراتے ہوئے اپنی پسند کا چینل دیکھنے لگا۔

☆☆☆



"صاحب یہ پاگل ہے! ماسک کے لیے ٹوکا تو اس نے دیوار پر تھوک دیا، جہاں لکھا تھا۔۔۔ 'تھوکنا منع ہے۔' میں نے ڈانٹ کر چھوڑ دیا۔۔۔ لیکن کچھ دور جاکر پیشاب کرنے لگا جب کہ وہاں لکھا تھا۔۔۔ پیشاب کرنا منع ہے!"

حولدار بولا۔

انسپکٹر چیخا،

"کیوں بے بھوتنی کے؟ پاگل ہے یا ایکٹنگ کر رہا ہے؟"

"صاحب! پاگل ہوں۔۔۔ ایکٹنگ تو کل وزیر اعلیٰ کر رہے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

ملزم نے ماسک نیچے کرتے ہوئے کہا،

"اخبار میں دیکھا نہیں۔۔۔؟ وہ ہزاروں کی بھیڑ میں سڑک پر سوشل ڈسٹینسنگ کے دائرے بنا رہے تھے۔۔۔! جیسا راجا ویسی پرجا!!!"

☆☆☆



کلھاڑی لیے جلالی باوا تیز تیز چلے جا رہے تھے۔ کسی نے پوچھ لیا،

"باوا کہاں؟"

جلالی باوا ناک پھلا کر بول پڑے،

"معصوم بچے کو مندر میں پانی پینے کے سبب پیٹ پیٹ کر ادھ مرا کر دیا اور سینہ زوری یہ کہ باہر لکھ بھی دیا ہے۔۔۔ مسلمان کا اندر آنا منع ہے۔"

"باوا بینر تو اس مسجد کے سامنے بھی لگا ہے۔۔۔ وہ دیکھیے۔۔۔!"

باوا نے بینر کو دیکھا،

"اس مسجد میں دیوبندی، وہابی، تبلیغیوں اور سلفیوں کا آنا سخت منع ہے۔"

ان کی کلھاڑی ہاتھوں سے چھوٹ کر پاؤں پر گر گئی اور خون نکلنے لگا۔۔۔

☆☆☆



"کیا کہوں! لاک ڈاؤن کے بعد زندگی دشوار، دن بے چین اور راتیں اداس ہو گئی ہیں یار!"

"کیوں کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں! اَن لاک ہوتے ہی زندگی کی رفتار تیز بہت تیز ہو گئی ہے۔!! زندگی آگے، میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ مایوس، اداس اور تھکا ہوا! مجھے منورنجن کی سخت ضرورت ہے!"

"منورنجن نہیں! زندگی میں ادب کا ہونا ضروری ہے۔ تمھیں کچھ ادبی گروپ میں شامل کرواتا ہوں۔"

"ادبی گروپ نہیں! مجھے افسانچوں کے گروپ میں شامل ہونا ہے۔"

"وہ ہی کیوں؟"

"سنا ہے! افسانچوں کے گروپ میں نوٹنکیاں بہت ہوتی ہیں اور مجھے نوٹنکیاں پسند ہیں!"

☆☆☆



"سر ہمیں ویکسینیشن مہم تیز کرنی چاہیے۔۔۔صوبے میں کیسز تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔"

"ویکسین تو سیکنڈری اسٹیج ہے۔۔۔!! ہمیں ٹیسٹنگ اور کانٹیکٹ ٹریسنگ بڑھا دینی چاہیے۔"

"سر! ہمیں دوبارہ لاک ڈاؤن نافذ کرنا چاہیے۔"

مختلف سیکریٹریوں کی تجاویز کے باوجود وزیرِاعلیٰ مطمئن نہ تھے۔

اُدھر میٹنگ روم کے باہر ایک چپراسی نے دوسرے سے ماسک کے درمیان سرگوشی کی،

"پانڈو! میرے پاس اس مسئلے کا حل ہے! وہ بھی دو دو!!"

"بول شندے! اب تو ہی بول؟"

"یا تو صاحب یہاں الیکشن ڈیکلیئر کر دیں یا مرکز میں جس کی حکومت ہے ان کے ساتھ سرکار بنالیں!!"

☆☆☆



حافظ صاحب

اسکول کے سالانہ اجلاس کے اختتام پر یوسف نے اسکول انتظامیہ کمیٹی کے صدر سلمان کو مبارکباد پیش کی،

”بھئی آپ کے اسکول میں تو بہار ہے۔ ماشاءاللہ! طلبہ کی تعداد کافی بڑھ چکی ہے۔“

”یہ سب آپ کے مفید مشورے کا نتیجہ ہے جناب! ورنہ ہمارے انگریزی میڈیم اسکول کو کون پوچھتا تھا۔ مذہبی ماحول کے لیے۔۔۔ اسلامی لباس کو یونیفارم بنالیا گیا۔۔۔ بارہ سو روپے ماہانہ پر ایک حافظ صاحب کو دینیات کے لیے رکھ لیا ہے۔۔۔ پرانے اسٹاف کے باوجود ایڈمیشن میں زبردست اضافہ ہوا۔۔۔!“

یہ کہتے ہوئے سلمان نے یوسف کا ہاتھ خوشی سے دبا دیا۔

☆☆☆



ٹیگ لائن

ناگپور آئی۔ٹی۔ سیل میں دو دوست خوش گپیاں کر رہے تھے۔

"شبھم یہ پوسٹ تیار ہے۔"

"اس میں کیا ہے روی؟"

"اُن کے "پیغمبر" کی گستاخیاں ہیں اس میں۔۔۔"

"لیکن یہ آگ سے کھیلنا ہوگا ڈیئر۔۔۔!"

"نہیں دوست کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ بلکہ ان کے لوگ ہمارا ساتھ دیں گے۔"

"کیسے؟؟؟ میں سمجھا نہیں!"

"دیکھو کسی دور دراز علاقے میں جہاں ریاستی حکومت ہماری پارٹی کی ہو، کسی فرضی اکاؤنٹ سے اسے اپلوڈ کردو۔۔۔ باقی ان میں سے اکثر بیوقوف اس ٹیگ لائن کے ساتھ خود شیئر کریں گے،

"لکھنے یا بنانے والے پر لعنت بھیج کر زیادہ سے زیادہ شیئر کریں۔"

☆☆☆



زوم ویبنار میں شریف مقالہ پڑھ رہا تھا۔

کچھ شرکاء کے آڈیو شروع کچھ کے بند تھے۔

لیکن !سلیم کی طرف سے بچوں کی، الیاس کی طرف سے بکریوں کی، معراج کی طرف سے عورتوں کی گفتگو کی آوازیں آرہی تھیں۔

ہوسٹ نے سب کے مائیک میوٹ کر کے شریف سے مائیک شروع کرنے کی درخواست کی۔

شریف نے مائیک شروع کر کے پوچھا،

"میری آواز آرہی ہے۔"

سلیم، الیاس اور معراج نے فوراً مائیک شروع کیا اور شریف کو اطلاع دی

"ہاں !آرہی ہے۔"

اور۔۔۔ دوبارہ ان تینوں کی طرف سے بچّوں، بکریوں اور عورتوں کی آوازیں آنے لگیں۔

☆☆☆



چھوٹے بھائی ڈاکٹر فرحان نے سفر کا احوال پوچھا تو میں نے کہا،

"ہاں بھارتی پہنچنے کے بعد پہلی ہی رات پیر میں موچ آگئی۔ مشکل سے دوسری منزل تک پہنچا۔ بیگ ٹٹولا تو تمھاری دی ہوئی چند گولیاں نکل آئیں۔۔۔ تم تو جانتے ہو میرے ساتھ سفر کے دوران، ہاتھ پیر سر درد کی گولیاں ضرور ہوتی ہیں !! دعا کے بعد میں گولی کھا کر سو گیا۔۔۔ صبح جب پیر فرش پر رکھا تو درد بالکل غائب تھا۔۔"

بھائی مسکرا کر بولا،

الحمدللہ ! وہ ایسیڈیٹی کی گولیاں تھیں۔۔!! جلد بازی میں باقی گولیاں گھر پر ہی چھوڑ گئے تھے آپ!"[6]

☆☆☆

6۔ خود بیتی کہانی



پروجیکٹ

ہرش پونہ کی ملٹی نیشنل کمپنی میں سافٹ ویئر ڈیولپر تھا۔۔۔

وہ دن بھر لیپ ٹاپ پر کھٹ کھٹ کرتے اب او'ب چکا تھا۔۔۔

آج اسے اپنا پروجیکٹ ختم کرنا تھا۔

جھنجھلا کر آفس سے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر آکر اپنی منگیتر کو اس نے فون لگایا۔۔۔لیکن ہر بار کال ڈراپ ہو جا رہی تھی۔

وہ پریشانی کے عالم میں موبائیل پر انگلیاں پھیر تا رہا تبھی ایک شخص نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا،

"بیٹا آخری مرتبہ تم نے آسمان کب دیکھا تھا؟"

اور بغیر جواب سنے آگے بڑھ گیا۔۔۔!!!

ہرش ہکا بکا آسمان کو غور سے دیکھتا رہ گیا۔[7]

☆☆☆

7۔خان نوید الحق صاحب کی خود بیتی کہانی



مسجد کا چندہ

”خان صاحب کیا یہ فضول خرچی نہیں ہے۔“

مَیں نے مسجد سے نکلتے ہوئے پُوچھا۔

”کیا ہوا، میں سمجھا نہیں!“

خان صاحب نے کہا۔

”مسجد کے تعمیری کام کے لیے اتنا سارا چندہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کون سی اپنے مسلک کی مسجد ہے؟

“میں نے کہا۔

”میاں! کبھی ہماری طرح ہمارے مسلک کا کوئی تو آئے گا یہاں۔ اس کا ثواب مجھے مل جائے گا۔“

”کون اور کب آئے گا۔۔۔؟“مَیں نے پوچھا۔

وہ بولے،

”جیسے ہم آئے؟ ہمارا ثواب پہنچ جائے گا اس کو جو ہمارے مسلک کا تھا اور کبھی کچھ چندہ دے گیا ہو گا۔۔۔!!“[8]

☆☆☆

8۔ خان نوید الحق صاحب کی خود بیتی کہانی



ایک صاحب کو گمان تھا کہ وہ بہت اچھا لکھتے ہیں اور زبان و بیان پر انھیں بڑی قدرت حاصل ہے۔

اکثر چھوٹے بڑے رسائل و اخبارات پر رائے دیا کرتے تھے کہ

"آج کل تو کچھ بھی چھپ رہا ہے۔۔۔"!

میں نے کہا،

"آپ کو پتا ہے۔۔!غالب اور شبلی کے پڑوسی ان سے بہتر شاعر اور ادیب تھے۔"

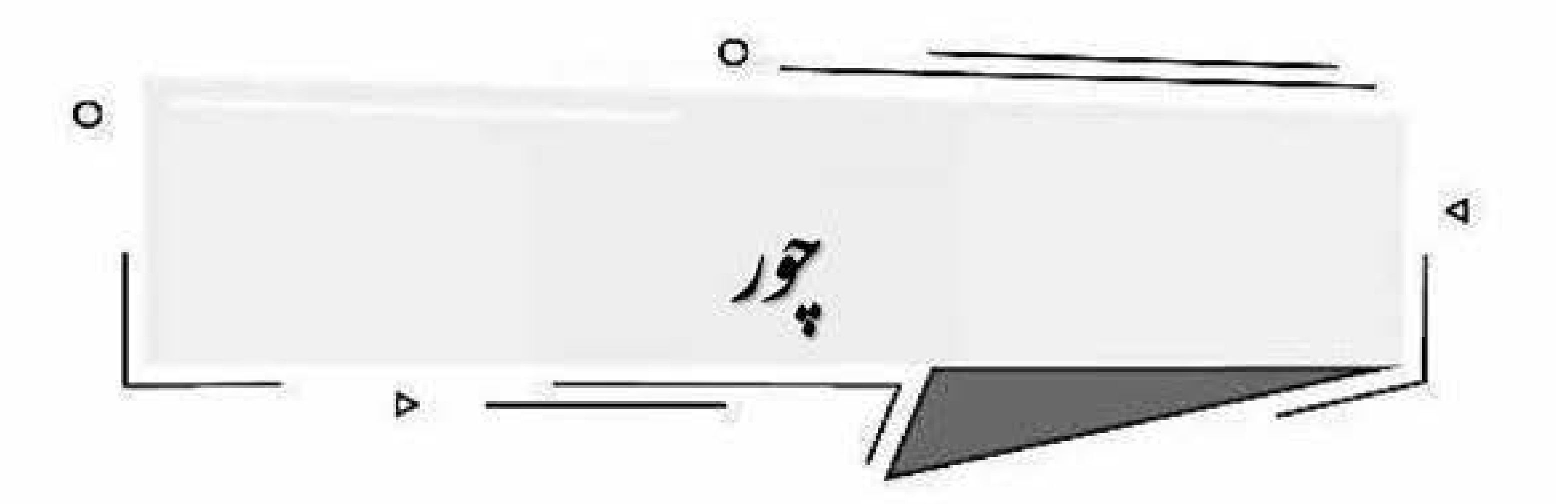
انھوں نے کہا،

"میاں تمھارا دماغ ٹھیک ہے نا۔۔۔؟ آج تک ان پڑوسیوں کا نام نہیں سنا۔۔۔اور نہ ہی انھیں کسی میگزین میں پڑھا۔۔!!

میں نے کہا،

"آپ بھی تو کبھی شائع نہیں ہوتے کسی میگزین یا اخبار میں۔۔۔؟؟"

☆☆☆



وہ چہرے پر شجاعت، زبان پر صداقت اور دل میں ہندوستان رکھتا تھا۔
وہ اکثر بہانگ دُہل کہتا کہ
"کسی کے باپ کا ہندوستان تھوڑی ہے!"
وہ بے باک، غلط کو غلط کہتا، رب کے سوا کسی سے نہ ڈرتا۔ ایمرجنسی کے دوران "سرکار چور ہے!" کہا۔
کون سی اور کہاں کی سرکار چور ہے یہ بتائے بغیر وہ ایک دن اچانک چلا گیا۔ شرپسندوں نے اس روز خوب گستاخیاں کیں لطیفے بنائے۔
ایمرجنسی کے مجاہدین کو نوازنے کے ڈرامے کرنے والی سرکار ان حرکتوں پر خاموش تھی۔
اب سمجھ میں آیا کہ وہ کون سی سرکار کو چور کہتا تھا![9]

☆☆☆

9۔ ڈاکٹر راحت اندوری کی رحلت پر کہی گئی کہانی



اردو کے ایک پروفیسر نے واٹس ایپ پر اس سوال کے ساتھ پی۔ڈی۔ایف فائل ارسال کی،

"کیا یہ مضمون آپ اپنے رسالے میں چھاپ سکتے ہیں؟"

پی۔ڈی۔ایف ڈاؤن لوڈ کرتے ہوئے میں سوچنے لگا کہ کسی اہم، نازک، حساس یا انتہائی سنجیدہ موضوع پر کوئی مضمون ہوگا۔۔۔

نئی تعلیمی پالیسی، ماب لنچنگ، ہندو مسلم منافرت، شرپسندوں کا خفیہ ایجنڈا، ملک کی معاشی بدحالی، اسکول بندی کے نقصانات، اردو کا مستقبل جیسے موضوعات ذہن میں ابھرے۔

جب پی۔ڈی۔ایف کھلی تو میں حیران تھا کہ یہ تو پروفیسر صاحب کے والد محترم کے کسی مخالف پر ذاتی مخاصمت سے کیا گیا تبصرہ تھا۔

☆☆☆



دوسرا قاعدہ

رمضان کا پہلا عشرہ تھا۔

مغرب کی نماز میں مسجد کا گراؤنڈ فلور نمازیوں سے بھر چکا تھا۔

جماعت دوسرے قاعدے میں تھی۔

میں سیڑھیوں سے اوپر جا رہا تھا کہ تبھی آخری صف میں کھڑے ایک بچے کو ایک نوجوان نے جماعت سے علیٰحدہ کرتے ہوئے کہا،

”چل اوپر جاکر نماز پڑھ۔“

پھر جلدی سے نیت باندھ کر وہ نوجوان قاعدے میں بیٹھ گیا۔

سیڑھیوں سے میں اس بچے کو دیکھتا رہا۔

مجھے امید تھی وہ اوپر ضرور آئے گا لیکن یہ کیا! وہ مسجد سے باہر نکل گیا۔
اس کے بعد وہ کبھی مسجد میں دکھائی نہیں دیا۔

☆☆☆



کل اور آج

رشید صاحب نے گھر ہی میں نمازِ مغرب ادا کی۔
ہمیشہ کی طرح سر پر ٹوپی لگی ہوئی تھی۔
ریڈنگ ٹیبل پر ایک ناول نظر آیا۔ اٹھا کر پڑھنے لگے۔
ابھی چند ہی صفحات پڑھے تھے کہ گھر کے بچوں نے دھما چوکڑی مچانا شروع کر دی۔
شور سن کر مسز رشید نے بچوں کو ڈانٹا،
"چلو بھاگو۔۔۔ !تمھیں دکھائی نہیں دیتا کہ ابو تلاوت کر رہے ہیں؟"
لیکن آج جب رشید صاحب موبائل پر تفسیر ابن کثیر کے مطالعے میں مشغول تھے تبھی مسز رشید نے طنزاً کہا،
"اِنھیں تو لیپ ٹاپ اور موبائل سے فرصت ہی نہیں ملتی!"

☆☆☆



کشن اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پیدل سفر کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔
تقریبًا پندرہ روز، کشن اور ڈیڑھ سو لوگ ایک اسکول میں ٹھہرائے گئے تھے۔

یہاں مسلم ٹیچرز ایسوسی ایشن کے ممبران نے اپنی ایک ماہ کی تنخواہ اور دن رات محنت کر کے ان مزدوروں کے کھانے کا انتظام کیا تھا۔

آج تنظیم نے روانگی کا انتظام کیا۔

گاڑی میں بیٹھا کشن موبائل پر بات کر رہا تھا،

”چنتا مت کرو ماں! چار سو کلومیٹر ہم گاڑی سے طے کریں گے۔ سرکار نے سب انتظام کیا ہے۔ ہاں ہاں مودی ہے تو ممکن ہے! جے شری رام!“

☆☆☆



خبر اور خواب

وہ بڑے میڈیا گروپ کا رپورٹر تھا جو صبح سے پوسٹ مارٹم روم کے باہر کھڑا لاشوں کی شناخت کر رہا تھا۔۔۔

وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔۔۔

جب بھی کسی مسلمان کی لاش دیکھتا،

"اُوہ گاڈ!" کہتا۔۔۔!!

مجھ سے رہا نہ گیا تو پوچھا،

"کمال ہے تمھیں مسلمانوں کی موت پر افسوس اور ہندوؤں کی موت پر نہیں؟"

رپورٹر نے جھنجھلا کر جواب دیا،

"بات افسوس کی نہیں۔۔۔ آج اگر یہ ساری لاشیں ہندوؤں کی ہوتیں تو یہ خبر فساد کی نہیں آتنک واد کی ہوتی۔۔۔ اسلامی آتنک واد"!!

ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا خواب چکنا چور ہو گیا ہو۔۔۔!!

☆☆☆



"بیٹا۔۔!! وہ تم ہو جس نے ان دنگوں میں ہمارے بیٹے گوپال کی جان بچائی۔۔؟"

نوجوان سے ہاتھ ملاتے ہوئے مشرا جی نے پوچھا۔

"انکل بچانے والا تو اوپر والا ہے میں تو بس ایک ذریعہ ہوں۔"

نوجوان نے کہا۔

"شکریہ بیٹا شکریہ۔۔۔ رام جی کی کرپا رہی ورنہ تو ان جہادیوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔۔۔ انھیں اب پاکستان ہی بھیج دینا چاہیے۔۔۔ وہ تو بہت اچھا ہوا جو ہم نے اینٹ کا جواب پتھر اور گولیوں سے دیا۔ ویسے رہتے کہاں ہو اور نام کیا ہے تمھارا؟"

نوجوان بولا،

"یہیں پاس میں رہتا ہوں، فیضان نام ہے میرا۔۔۔!!"

☆☆☆



پارلیمنٹ کا گلیارا

"سب گڑبڑ ہوگئی ہے۔۔۔ CAA کی وجہ سے NRC لاگو کرنا اب دشوار ہے۔ ملک بھر میں غصے اور خوف کا ماحول ہے۔"

پہلے وزیر نے فکر انگیز لہجے میں کہا۔

دوسرا وزیر مسکراتے ہوئے بولا،

"کبھی کبھی رامائن بھی پڑھ لیا کرو۔۔۔! من کو شانتی ملے گی اور تھوڑا بہت گیان بھی۔۔۔"

پہلے وزیر نے کہا، "میں سمجھا نہیں"!

"شریمان NRC ضرور لاگو ہوگا لیکن NPR کے بھیس میں، بالکل ویسے ہی جیسے سادھو کے بھیس میں راون آیا تھا سیتا ہرن کے لیے۔"

دوسرے وزیر نے وضاحت کی اور پارلیمنٹ کا گلیارا دونوں کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔

☆☆☆



شہر کا ماحول

”نوجوان دوستو! قربانیوں کا وقت آگیا ہے۔ ہمیں خون کا ایک ایک قطرہ بھارت ماتا کے چرنوں میں ارپن کرنا ہوگا۔ جو لوگ دہلی کی سڑکوں پر سی اے اے کے خلاف بیٹھے ہیں سارے دیش دروہی ہیں۔ انھیں کھدیڑنا ہوگا۔“

شکلا جی کے شعلہ بیانی کے بعد نوجوانوں نے بھارت ماتا کی جے، وندے ماترم اور جے شری رام کے نعرے لگائے۔

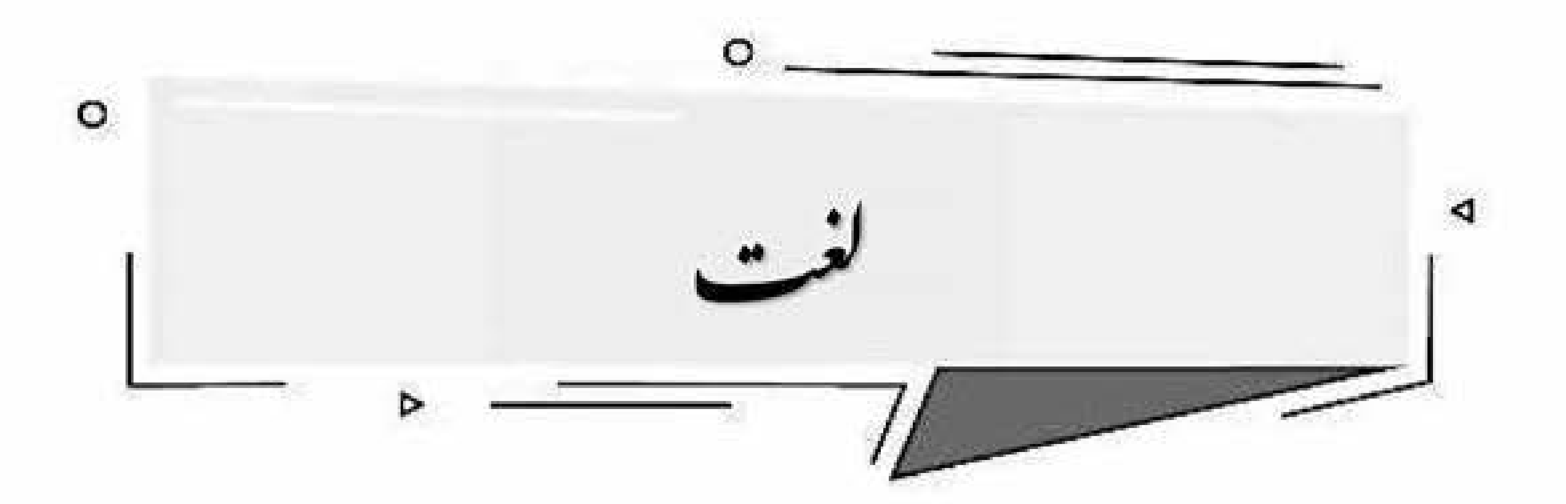
تبھی شکلا جی کے سیکریٹری نے موبائل دیتے ہوئے کہا،

”لندن سے آپ کے بیٹے کا فون ہے۔“

شکلا نے دھیمے لہجے میں بیٹے سے کہا،

”خبردار! تمھیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں! شہر کا ماحول خراب ہونے والا ہے۔“

☆☆☆



۱۰ نومبر ۲۰۱۹ء کا اخبار جیسے ہی میں نے مطالعے کی میز پر رکھی ہوئی لغت پر رکھا، لغت میں کچھ عجیب سی ہلچل پیدا ہوئی۔ لغت کے سارے لفظوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

'دلیری'، 'خودداری' اور 'بیباکی' دبک کر بیٹھ گئے۔

'الفاظ بزدلی' 'امن و امان' کا، 'بغاوت' صبر کا اور 'احتجاج' 'حب الوطنی' کا چولا اوڑھے لغت سے باہر آگئے اور سبھی سوشل میڈیا پر گشت کرنے لگے۔

آخر میں 'دہشت'، 'ڈر' اور 'خوف' نے 'خاموشی' کے سر سے 'عبادت' کی دستار اتاری اور 'دانشمندی' کے نقاب سے اسے ڈھک دیا۔

پھر بے چاری 'خاموشی' لغت کی دہلیز پر بیٹھ گئی۔

☆☆☆



حال ہی میں ختم ہوئے الیکشن میں بڑا عجیب اتفاق ہوا۔۔۔

افضل کے کہنے پر فیروز نے ملت کا درد رکھنے والی سیاسی جماعت کو آخر کار ووٹ دے ہی دیا۔۔۔

لیکن ! یہ اتنا آسان نہیں تھا۔

اس کام کے لیے افضل کو بہت محنت کرنی پڑی۔۔۔

افضل نے دین کا واسطہ دیا، شریعت کی باتیں کیں۔ احادیث اور قرآنی ترجمے سنائے۔۔۔ تب جا کر یہ ممکن ہوا۔

لیکن جب آج فیروز نے جیسے ہی عید میلاد النبی ﷺ کے لیے افضل سے چندے کی مانگ کی وہ بھڑک اٹھا۔

"چل جا بے فیروز اپنا کام کر میری کوئی عید وید نہیں۔۔۔"

☆☆☆



جنگل کے اجلاس میں ٹک ٹاک کو دشمنانِ جنگل کا فتنہ قرار دیا گیا۔ اس کے نقصانات کی تشہیر کے لیے ذمے داریاں سونپی گئیں۔

ہاتھی کو فیسبک اور انسٹاگرام، بھالو کو یوٹیوب اور ٹیلی ویژن، بندر کو ٹویٹر اور واٹس ایپ پر تشہیر کی ذمہ داری سونپی گئی۔

آخر میں شیر خان نے تجویز پیش کی کہ

"اس کی تشہیر ٹک ٹاک پر بھی کی جائے کیوں کہ جنھیں سمجھانا ہے وہ تمام تو وہیں ملیں گے۔"

اس تجویز کو تائید حاصل ہونے کے بعد ٹک ٹاک پر تشہیر کی ذمے داری خود شیر خان کو سنوپی گئی۔

☆☆☆



آج الیکشن کیمپئین کا آخری دن تھا۔۔۔

ساری سیاسی جماعتوں نے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا۔۔۔

مختلف گلیاں انتخابی ریلیوں سے آباد تھیں۔۔۔

کہیں تین رنگی، کہیں دو رنگی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ کہیں زعفرانی، کہیں نیلی، کہیں ہرے رنگ کی ٹوپیاں نظر آرہی تھیں۔

اس بار ہرے رنگ والی ٹوپیوں کی ہر طرف دھوم تھی۔۔۔

ہرے رنگ والوں کی ریلی شہر کے تاریخی چوک پر ختم ہوئی۔

پانچ بجنے سے چند منٹ قبل امیدوار نے قوم سے خطاب کیا۔

اور پھر لوگ وہاں سے اپنے اپنے مسلک کی مسجدوں میں نمازِ مغرب کے لیے روانہ ہوگئے۔

☆☆☆



سلیم اپنے پڑوسی سراج چاچا سے کافی بے تکلف تھا۔۔۔آج انھیں میگزین پڑھتا دیکھ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"کیوں رے سلیم پگلا گیا ہے کیا؟ کیوں ہنس رہا ہے؟"

"چاچا یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟؟؟"سلیم نے بھی سوال داغا۔

"دیکھ نہیں رہا پڑھ رہا ہوں!" چاچا نے کہا۔

"چاچا!!!کم سے کم میگزین سیدھی تو پکڑ لیا کرو۔۔۔اور جب پڑھنا نہیں آتا تو پڑھنے کا ناٹک کیوں۔۔۔؟؟"

"بیٹا!! میرے پوتی پوتا ایک نمبر کے نقلچی ہیں۔۔۔ گھر والے موبائل لیے بیٹھتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اب دیکھو سارے میگزین لیے بیٹھے ہیں۔۔۔"

☆☆☆



کسی قبیلے میں گجو نامی ایک شخص تھا۔۔

اسے زعم تھا کہ وہ جو کام کرے ٹھیک ہی ہوتا ہے۔۔

اس کی ایک عجیب خصلت تھی کہ قبیلے والے جو کرتے وہ بالکل اس کا الٹ ہی کرتا۔۔۔

اِس مرتبہ الیکشن میں مشورے سے طے پایا کہ ووٹنگ کے لیے جاتے وقت سب لوگ ٹوپی لگا کر جائیں گے اور سب شیر کو ہی ووٹ دیں گے۔

الیکشن کے دن لوگ ٹوپی پہن کر نکلے تو گجو کو سمجھ نہ آیا کیا کیا جائے؟

وہ سر پر جوتا رکھ کر پولنگ بوتھ تک گیا اور گدھے کو ووٹ دے آیا۔

☆☆☆



میرا دوست اکثر کانگریس پارٹی کو 'کلو چچا' کہا کرتا ہے۔
ایک روز میں نے دریافت کیا کہ،
"یار! تم کانگریس کو کلو چچا کیوں کہتے ہو۔۔۔؟"
وہ بیڑی سلگاتے ہوئے بولا،
"اصل میں کلو چچا ہمارے پڑوسی ہیں، ویسے ان کا بھرا پورا گھر ہے لیکن اکثر تو تو میں میں ہوتی تو۔۔۔ بچے آپس میں خوب لڑتے، ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے۔ جب تھک ہار جاتے تو سارا ٹھیکرا کلو چچا کے سر پھوڑتے، غلطی خواہ کسی کی ہو۔ سب ایک آواز میں کہتے،
ہمارے لیے آپ نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ ان سب جھگڑوں کی جڑ آپ ہو آپ۔۔۔"!

☆☆☆



ڈائپر

ایک دن میرے دوست کا فون آیا، اس نے سوال پوچھا،

"یار ریحان! یہ سو لفظوں کی کہانیاں کہاں شائع ہوتی ہیں۔۔۔؟"

سوال سن کر پہلے تو میں سمجھ ہی نہ سکا پھر ذرا رک کر جواب دیا،

"اگر اچھی ہوں گی تو کہیں بھی شائع ہو جائیں گی۔۔۔"

آگے میں نے کہا،

"کہانی لکھ چکے ہو تو مجھے بھیج دو۔۔۔ اچھی ہوگی تو میں الفاظ ہند میں شائع کر دوں گا۔۔۔"

ادھر سے جواب آیا،

"ابھی لکھوں گا۔۔۔ ابھی لکھا نہیں ہوں۔۔۔"

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی کنوارا اپنی ہونے والی جائز اولاد کے لیے ڈائپر خرید رہا ہو۔۔۔[10]!!

☆☆☆

10۔ خود بیتی کہانی



جادوئی انگوٹھی والا

ہم موٹر اسٹینڈ چوک کے سگنل پر رکے تو ہم نے دیکھا وہاں ایک نوجوان عیاری اور چال بازی سے 'جادوئی انگوٹھی' فروخت کر رہا ہے۔

تبھی ٹرافک حولدار اسے وہاں سے ہٹانے لگا تو اس نے پوچھا،

"صاحب کہاں جاؤں؟ کہاں لگاؤں دکان؟"

حولدار نے پیٹرول پمپ کی طرف اشارہ کیا۔

میرے دوست ریاض نے کہا،

"اس کے لیے وہ جگہ ٹھیک ہے۔۔۔!! وہاں جادوئی انگوٹھی والوں کا ہیڈ آفس بھی نظر آرہا ہے۔"

جب ہم لوگوں نے اس طرف دیکھا تو سب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔۔

وہاں مودی جی کا بڑا سا بینر لگا ہوا تھا۔۔۔!

☆☆☆

ساٹھ سیکنڈ

واجد سر کی سال کی پہلی کلاس تھی۔

انھوں نے ساٹھ سیکنڈ کے سرپرائز ٹیسٹ کا اعلان کر دیا۔

پورا پیپر حل کرنے پر انعام کا وعدہ کیا۔

پرچے میں دس سوال اور وقت ایک منٹ۔۔۔

نام۔۔۔

والد کا نام۔۔۔

والدہ کا نام۔۔۔

کلاس میں میز کرسیوں کھڑکیوں کی تعداد وغیرہ

میں نے صرف ایک سوال حل کیا۔۔۔

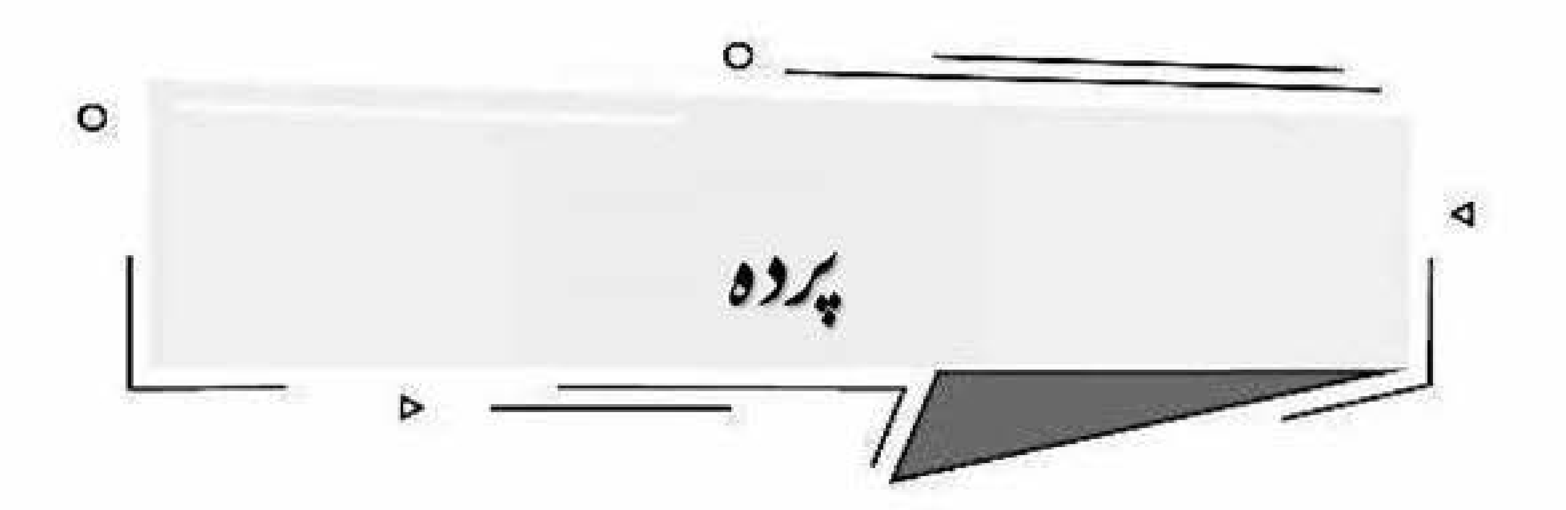
کسی نے مکمل پرچہ حل نہیں کیا۔

پیپر لینے کے فوراً بعد انھوں نے سبھی کو پیپر واپس کیا،۔

اوپر لکھی ہدایت پڑھنے کے لیے کہا، جلد بازی میں کسی نے وہ ہدایت نہیں دیکھی! لکھا تھا،

"صرف پہلے سوال کا جواب لکھیے۔"

☆☆☆



پردہ

پردہ گرتے ہی ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور ادھر لیاقت صاحب بول اٹھے۔

"اسکولی جلسوں میں ڈراموں کی کیا ضرورت؟؟ دیکھنا۔۔۔ یہ بچے فلمی بھانڈ ہی بنیں گے"!!!

"خود اعتمادی آتی ہے جناب ایسی سرگرمیوں سے۔۔۔" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں! سلمان شاہ رخ بنادو انھیں! لیاقت صاحب چڑ گئے۔

تبھی اناؤنسر کا مائیک اڈجسٹ کرنے کے لیے ساؤنڈ سسٹم والا خستہ حال کلیم اسٹیج پر دوڑا۔

"دیکھیے اسے میرا اہم جماعت کلیم، جو ایک مرتبہ مولانا آزاد اور دو مرتبہ علامہ اقبال بنا تھا فینسی ڈریس مقابلوں میں۔"

میں نے کلیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆



ایک سوال

آج گرین شائن گارڈن میں ایک 'عجیب' سا سوال ذہن میں آیا۔۔۔

ویٹر نے جیسے ہی کھانے کے میز پر ڈالی جانے والی پولیتھن، میز پر رکھی تو فوراً دس مسلمان جو نہ جانے کہاں کہاں کے تھے۔۔۔

نہ جانے کون کون سے مسلک اور فرقوں کے تھے۔۔۔

اُن کے تقریبًا بیس ہاتھ اٹھے اور پولیتھن کی طرف بڑھے۔ بہت ہی کم وقت میں ایک خوبصورت نظم و ضبط اور احسن طریقے سے پولیتھن میز پر باآسانی بچھا دی گئی۔

عجیب اور معصوم سوال یہ ابھر آیا کہ

"کیا ہر موضوع ہر مسئلے اور ہر وقت ایسا نہیں ہو سکتا؟"

☆☆☆



ہر سال کی طرح آج بھی فیضان یکم جنوری کی دوپہر اپنے دادا جان سے الجھ گیا،

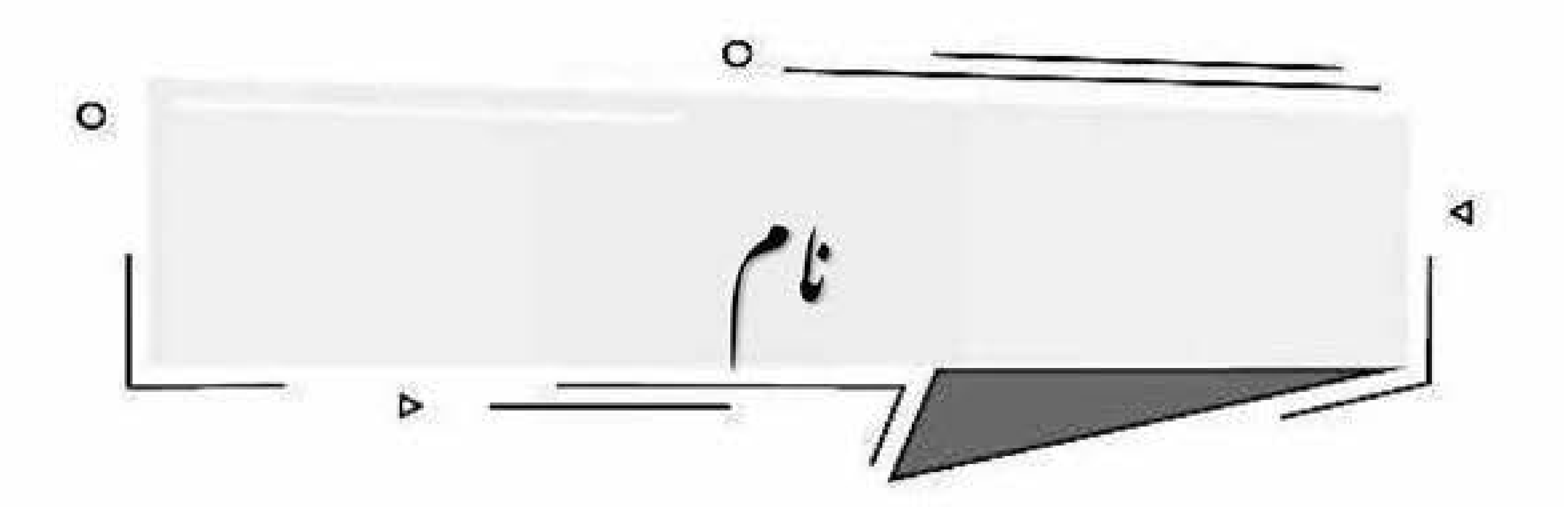
”دادا جان پلیز بس کیجیے۔“

”فیضان! تمھیں سمجھایا تھا نا؟؟؟ تھرٹی فرسٹ وغیرہ منانا بری بات ہے۔۔۔کیوں نہیں سمجھتے؟ کل بھی رات بھر غائب تھے“!

”اُف دادا جان!! میرے تمام دوست مناتے ہیں، کیسے منع کروں۔۔۔ نئے سال میں نئی بات کریں پلیز۔۔۔! بس اب جلدی سے مجھے آج کی پاکٹ منی دیجیے۔“

”لو بیٹا یہ پچھلے سال کا کلینڈر ہے۔ آن لائن منگوایا تھا، پورے تین سو کا ہے۔ بازار میں بیچ کر اس کی جو قیمت ہو وصول کر لو۔۔“

☆☆☆



بڑھیا نے تحصیل دفتر میں کسی سے پوچھا،

"بیٹا۔۔!! تہذیب صابری تم ہی ہو؟"

"ہاں اماں؟"

"تم ارج نویس ہو؟"

"ہاں عرض نویس ہوں۔کیوں؟"

"بیٹا مجھے اپنا نام بدلنا ہے۔"

"اماں اس عمر میں نام کیوں بدل رہی ہو؟"

"ضروری ہے۔۔"!

"ٹھیک۔۔۔!!لیکن کاغذی کارروائی میں وجہ بتانی پڑتی ہے اماں۔"

"کیا بتاؤں بیٹا، میں کوڑاکرکٹ اور جھلیاں چنتی ہوں۔۔ لوگ اکثر چور سمجھ کر جیل بھیج دیتے ہیں۔ بہت پریشان ہوں!! چاہتی ہوں مجھے یہ کام کرنے سے کوئی نہ روکے"!!

"کیا نام رکھنا ہے اب؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

بڑھیا نے سادگی سے کہا، "گئو ماتا۔۔"!

☆☆☆



"ایڈیٹر صاحب۔!! آخر ہم کب تک اپنی سنہری یادوں میں کھوئے رہیں گے۔۔۔؟؟" ساجد نے جھنجھلا کر کہا۔

ایڈیٹر صاحب، "ساجد!! تمھیں جو کہا گیا ہے وہی کرو۔۔ تمھیں مسلم سائنسدان یا مسلم حکمرانوں پر ہی کالم لکھنا ہے۔ ان بورنگ موضوعات جیسے کیریئر گائیڈنس، یا جدید سائنس، ٹیکنالوجی وغیرہ پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔۔ ورنہ"!!!

ساجد، "سر لیکن!! یہ سب وقت کی ضرورت ہے۔۔ سر پلیز"!

"ہمارے قارئین یہ سب پسند نہیں کرتے!!! ہمیں وہ دینا ہے جو وہ چاہتے ہیں۔۔ بس بات ختم۔۔!!"

ایڈیٹر صاحب نے ساجد کے نئے کالم کی فائلیں ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے کہا۔

☆☆☆



انجینئرنگ کالج کی لائبریری میں مرمت کا کام جاری تھا۔۔۔

الیکٹریکل لیب میں پڑی اُردو کتابوں کی بے قدری سے میں مایوس تھا۔۔۔

انگریزی نصابی کتابیں 'لاکڈ بک شیلف' میں اور دیگر کتابیں جو بیشتر اردو کی تھیں، باہر کھلے میں رکھی ہوئی تھیں۔۔۔

انسٹرکٹر کو یقین تھا اردو کتابیں چوری نہیں ہوں گی۔۔۔!!

میں دِل سے چاہتا تھا کہ کوئی تو اردو کی کتابیں چوری کرے!

ایک دن وہاں کچھ کتابیں کم تھیں۔۔۔

میں خوش ہوا کہ اُردو کتابوں کو قدردان مِلے۔۔۔!!

لیکن! قریب سے دیکھا تو یہ شاید چوہوں کی شرارت تھی۔۔۔

کتابیں نیچے فرش پر گری ہوئی تھیں!

☆☆☆



”یہ لو ماں! لاجو کی لال چوڑیاں اور یہ پچیس ہزار نقد! دیکھنا ہم لاجو کی شادی بڑی دھوم دھام سے کریں گے۔۔۔!“ برجو خوشی سے جھوم اٹھا۔

”بیٹا تینوں جانور بک گئے؟“

”ماں ان بانجھ گائیوں کی بڑی اچھی قیمت ملی، میوات کا کوئی بھلا آدمی تھا، تینوں لے گیا۔“

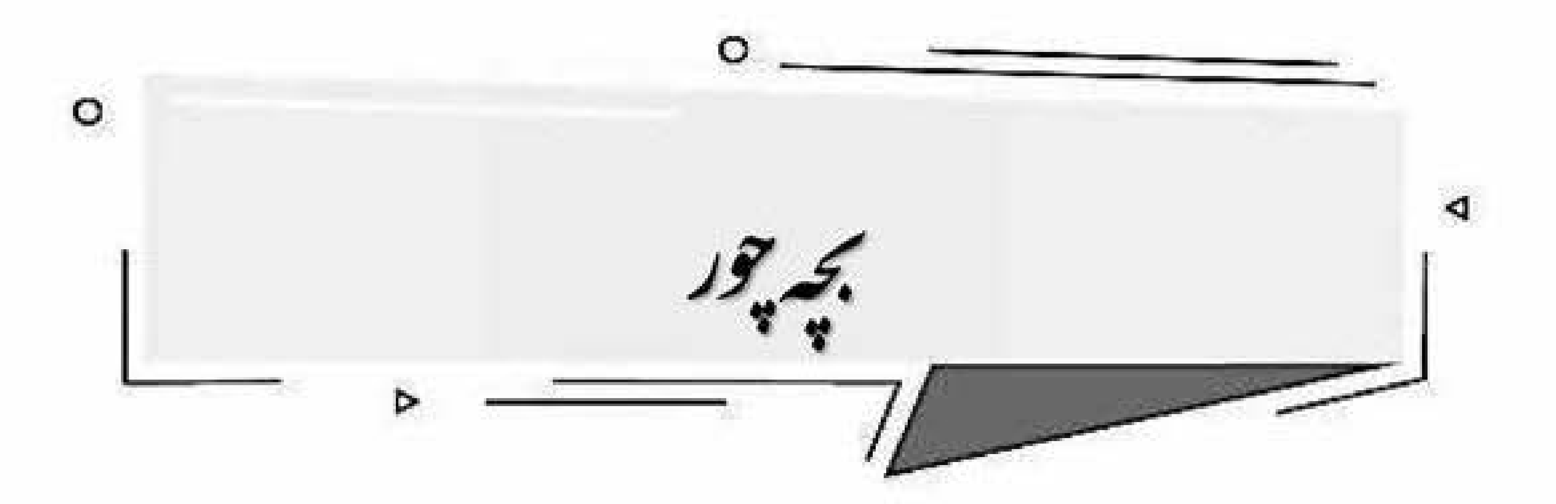
تبھی اچانک برجو کا چھوٹا بھائی سجو ہانپتا ہوا گھر آیا۔

”کیا ہوا بیٹا؟ تو ہانپ کیوں رہا ہے؟“

”ماں میوات سے آئے ایک گئو ہتھیارے کو ہم نے کتے کی موت مار دیا۔“

اتنا کہہ کر سجو نے خون سے سنی لاٹھی لال چوڑیوں کے پاس رکھ دی۔

☆☆☆



بچہ چور

بھیڑ دیکھ کر وہ کانپ رہی تھی۔۔۔ لرزتے ہاتھوں میں بچی کو دبا کر گڑگڑاتے ہوئے بولی:

"بھیا مجھے چھوڑ دو۔۔۔! یہ میری ہی بیٹی ہے۔"

بھیڑ سے ایک ہی آواز آ رہی تھی:

"یہ بچہ چور ہے۔۔۔۔ مارو اسے"!

"میں بچہ چور نہیں بھیا!" وہ زور زور سے رونے لگی۔

"جھوٹ بولتی ہے بدبخت۔۔۔"کسی نے چیخ کر کہا اور اسے دھکیل دیا۔ وہ گر پڑی مگر اب تک بچی اس کی آغوش میں تھی۔

لوگوں نے بچی کو چھینا اور عورت کو پیٹ پیٹ کر مار ڈالا۔

تبھی خاموش بھیڑ سے بچی کی دردناک چیخ گونج اٹھی۔۔

"ماں۔۔۔ اٹھو ماں"!!

☆☆☆



یومِ آزادی پر وزیر صاحب کی کامیاب ریلی ہوئی۔

اسٹیج کے پیچھے گاڑیوں کے پاس آنند کھیل رہا تھا۔ اسے رام لیلا میدان کسی میلے کی طرح نظر آ رہا تھا۔

وہ وزیر صاحب کی گاڑی کے پیچھے والے شیشے کے قریب کھڑا تھا تبھی وزیر صاحب کو گاڑی کے قریب آتے ہوئے دیکھ گارڈ نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

آنند سیدھا کیچڑ میں جا گرا۔

وزیر صاحب کے بیٹھتے ہی گاڑی تیز رفتار سڑک پر دوڑنے لگی۔

وہاں موجود لوگوں کی نظر جب گاڑی پر گئی تو آنند نے شیشے پر جمی گرد پہ انگلیوں سے لکھا تھا:

"میرا بھارت مہان"

☆☆☆



کلاس میں داخل ہوتے وقت میں نے اتفاقاً ”مے آئی کم ان“ کی جگہ ”السلام علیکم“ کہہ دیا۔۔!

رفیق سر شاید ٹھیک سے سن نہیں پائے۔ انھوں نے ”کم ان“ کہا تو بے ساختہ میرے ہم جماعت ساتھی ہنسنے لگے۔ سب کو ڈانٹ کر، سر دوبارہ بلیک بورڈ پر لکھنے میں مصروف ہو گئے۔

میں بے چین تھا کہ آخر سب ہنسے کیوں؟

تبھی بازو میں بیٹھا فیروز پھسپھسایا:

”ریحان! تم نے ’مے آئی کم ان‘ کی جگہ سلام کہہ دیا۔“

لیکن! آج تک مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ اس وقت میں غلط تھا یا میرے ساتھیوں کی بے ساختہ ہنسی؟[11]

☆☆☆

11۔ خودبیتی کیانی



باباسیٹھ کا چبوترا

لوگ اکثر رات کو باباسیٹھ کے چبوترے پر جمع ہوتے اور گپ شپ کیا کرتے تھے۔

کئی دنوں سے سیٹھ نے محسوس کیا کہ نعیم چاچا روز دیر رات تک خاموش بیٹھے باقی لوگوں کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔ آج سیٹھ نے پوچھا:

"نعیم میاں! تم روز کافی دیر تک بیٹھے رہتے ہو اور سب سے آخر میں گھر جاتے ہو۔۔ ایسا کیوں۔۔۔؟"

نعیم چاچانے جواب دیا:

"باباسیٹھ! دراصل اس چبوترے سے جو اٹھتا ہے، باقی لوگ اس کی برائی کرتے ہیں۔ کہیں میں اٹھ کر جاؤں اور میری بھی برائی شروع نہ ہو، اس لیے میں سب کے جانے کا انتظار کرتا ہوں۔"

☆☆☆



آخری پکوڑا اٹھاتے ہی میری نظر اخبار کے اس ٹکڑے پر ٹک گئی جس میں پکوڑے دیے گئے تھے۔ اس پر ایک سرخی درج تھی۔۔۔

"موب لنچنگ میں ایک اور مسلم نوجوان کا قتل"

میں اس ٹکڑے کو مروڑ کر پھینکنے کے لیے مڑا تو ڈسٹ بن پر نظر گئی جس پر لکھا تھا۔۔۔

"سوچھ بھارت ابھیان"

اس ٹکڑے کو میں نے زمین پر ہی پھینک دیا۔

دکان دار کو یہ حرکت ناگوار گزری تو کہنے لگا،

"صاحب! ڈسٹ بن میں ڈالیں، آخر یہ کیا بات ہوئی؟"

"احتجاج! سرکار کے خلاف احتجاج!"

میں نے اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆



دیش دروہی

"شرم آنی چاہیے آپ کو"

"کس بات کی شرم؟"

"کچھ دن ملک کے لیے لائن میں کھڑے نہیں رہ سکتے؟"

"بیٹا پریشانی ہو رہی ہے۔۔۔ تو کہہ دیا۔۔۔ کچھ غلط کہا؟"

"دیش دروہی کہیں کے!! جب سے سن رہا ہوں بکواس، سرکار کو کیوں کوس رہے ہو؟"

"بیٹا صبح چار بجے سے لگا ہوں لائن میں۔"

"تو؟"

"تین دن سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔"

"ہاں تو؟"

"مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔"

"تو کیا ہوا وہاں ہمارے فوجی سرحد پر کھڑے ہیں تم ایک دن نہیں رہ سکتے؟"

"بیٹا میں ریٹائرڈ فوجی ہی ہوں پینشن لینے آیا ہوں؟"

☆☆☆



کچھ سال پہلے کی بات ہے۔ میں محلے کی مسجد میں وضو کر رہا تھا۔ پاس بیٹھے کریم چاچا پر نظر پڑی۔ چاچا اپنی نفاست کے لیے محلے بھر میں مشہور تھے۔

میرے وضو کرنے تک وہ صرف نل ہی کو اچھی طرح دھوتے رہے۔ کافی دیر تک انھوں نے یہی کیا کہ پہلے نل دھوتے، پھر ہاتھ دھوتے۔۔۔

ہاتھ دھو کر دوبارہ نل دھوتے اور اس کے بعد پھر ہاتھ۔۔۔!!

میرے ٹوکنے پر بولے،

"پتا نہیں کس کس نے ہاتھ لگایا ہوگا۔"

میں نے کہا، "ہوں گے تو مسلمان ہی!"

چاچا مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگے۔۔۔!!

☆☆☆



مقامی اردو نیوز چینل جس کا رپورٹر ہر وہ بات جو ڈاکٹرس، ٹیچرس، انجینئرز، ایڈوکیٹ یا سیاستدانوں سے پوچھنا چاہیے وہ علماء سے پوچھتا اور انٹرویوز ریکارڈ کرتا۔۔۔

آج جب میں نے اس سے کہا کہ

"نئی تعلیمی پالیسی سے اردو کا مستقبل خطرے میں ہے اس پر علماء کا انٹرویو لو اور انھیں قوم کو بیدار کرنے کے لیے کہو۔"

اس پر رپورٹر نے جواب دیا،

"پتا نہیں وہ لوگ اس موضوع پر بات کریں گے بھی یا نہیں۔۔۔؟"

مَیں سوچنے لگا کہ کہیں ہمارے علماء کی مادری زبان انگریزی تو نہیں اور پھر انگریزی ہی میں سائلنٹ ہوگیا۔

☆☆☆



دوسرا پیغام

اس کے پیر گھر میں نہیں ٹکتے تھے لیکن کھانسی بخار کے سبب وہ آج گھر ہی پر تھا۔ اسی دن ایک سلیبرٹی کو کورونا پازیٹیو ہونے کے سبب اسپتال میں داخل کیا گیا۔

وہ روز اس سلیبرٹی پر بنائے میسج اور لطائف دوستوں کو فارورڈ کرتا۔

چودہ روز گزر گئے۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔

بجھے دل سے اس نے واٹس ایپ چیک کیا۔

پہلا پیغام اس سلیبرٹی کی اسپتال سے چھٹی کے متعلق تھا۔

دوسرے پیغام میں وبا سے احتیاط پر چند احادیث تھیں مگر۔۔۔ وہ پڑھ نہ سکا اور اس نے دم توڑ دیا۔

☆☆☆



رمضان المبارک اور کورونا وائرس کی وبا کے درمیان اُس ویڈیو میں ماسک پہنے ہوئے لوگ تھے۔۔۔

بہت سے لوگ۔۔۔!

"بائیکاٹ بائیکاٹ۔۔!!"

انٹرویو ایک موبائل سے دوسرے موبائل تک وائرل ہو رہا تھا۔۔۔!

ان میں ایک! نہیں دو۔۔۔!! نہیں! نہیں! تین۔۔۔!!! پتا نہیں کتنے۔۔؟

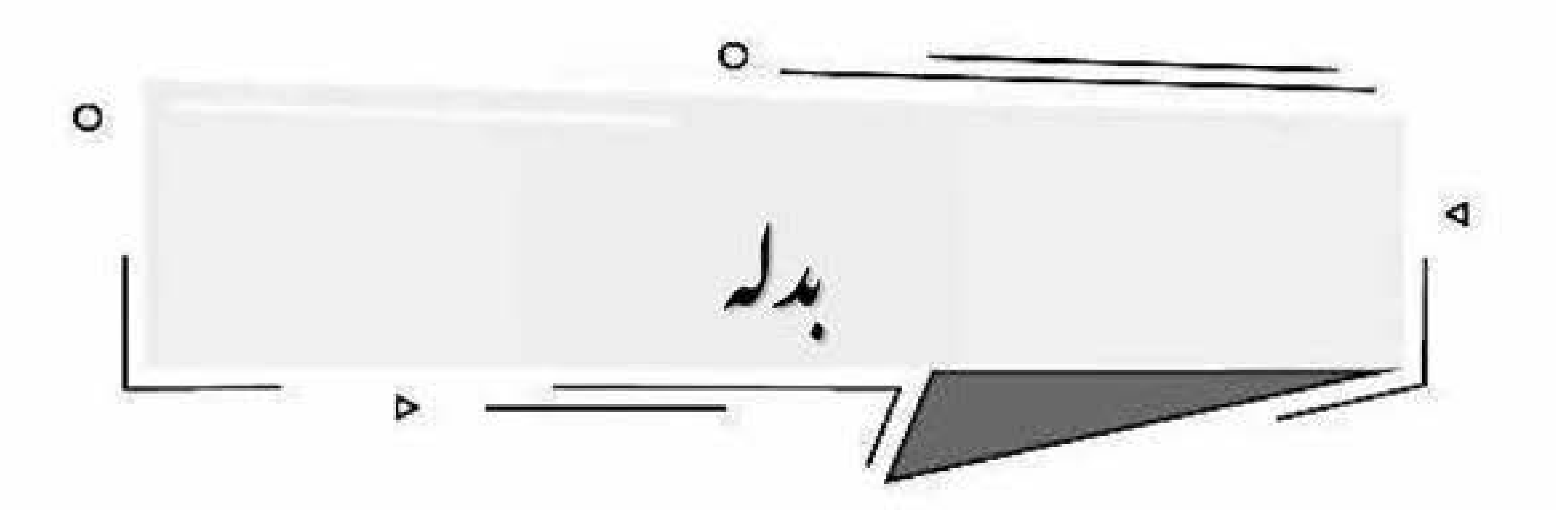
انٹرویو میں اس کا نمبر تیسرا تھا۔۔ نہیں ساتواں۔۔۔ پتا نہیں شاید بارھواں تھا۔۔۔!!!

سب "بائیکاٹ بائیکاٹ بائیکاٹ!" کہہ رہے تھے۔۔۔

لیکن آج اچانک رات میں ان میں سے ایک۔۔۔! نہیں دو۔۔!! پتا نہیں کتنے۔۔۔!!!

ایک دکان کے پچھلے دروازے سے۔۔۔ عید کے روز پہنے کے لیے۔۔۔ ماسک پہنے چوری چھپے کپڑے خرید رہے تھے۔۔۔!

☆☆☆



صدر بازار میں برسوں پہلے کلو نے سامنے والی مٹھو لال کی چائے کی دکان بند کروادی تھی۔

وہ مٹھولال پر گئو موتر ملی شکر سے چائے بنانے کا الزام لگاکر اپنے سماج کے لوگوں کو روکتا۔

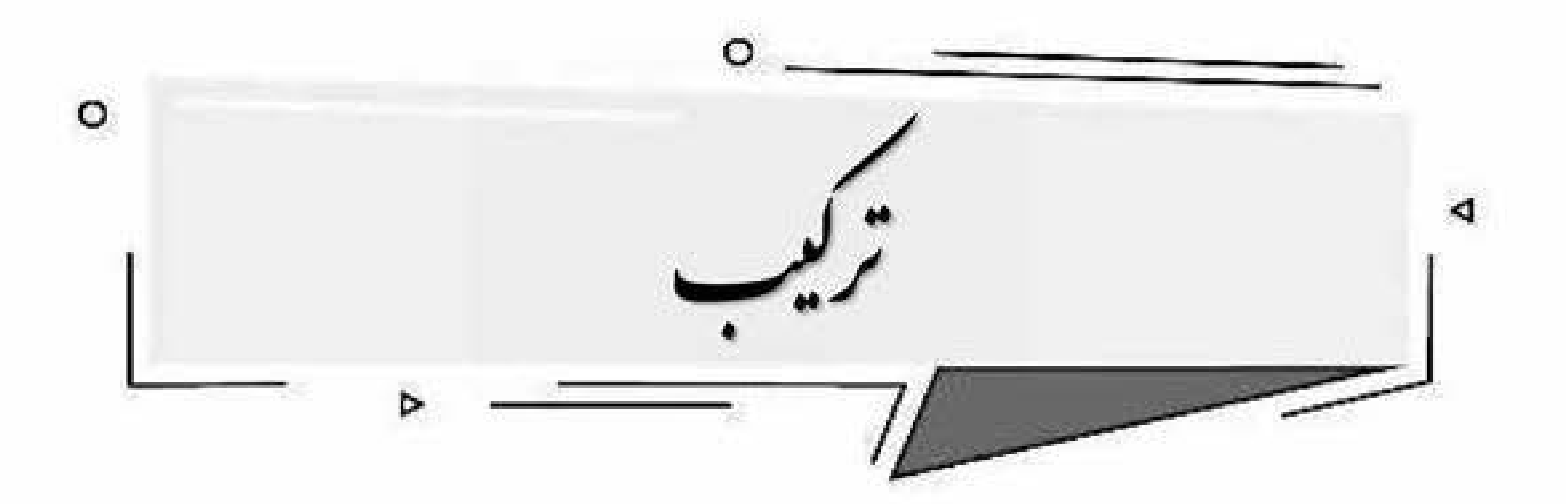
دھیرے دھیرے گاہک کم ہوتے گئے اور ہوٹل بند پڑ گئی۔

آج وہاں مٹھولال کا بیٹا بنسی لال نیوز ایجنسی چلاتا ہے۔

کورونا کے بہانے آج اسے اپنے باپ کا بدلہ لینے کا موقع مل ہی گیا۔

بنسی نے کلو پر پھلوں پر تھوک لگانے کا الزام لگایا جس کے بعد کلو کو پولس نے گرفتار کر اس کی دکان سیل کر دی۔

☆☆☆



سلمٰی لاک ڈاؤن سے پریشان تھی کیونکہ راشن ختم ہوتا جا رہا تھا۔ ایک دن اسے ترکیب سوجھی۔ سلمٰی نے بہو سے کہا،

"بیس پچیس دن کے لیے امی کے یہاں چلی جا۔ تمھارا اور بچوں کا دل بہل جائے گا۔"

بیٹے سے کہہ کر سلمٰی نے بہو کو اس کے مائیکے بھیج دیا۔

ابھی شام ہوئی ہی تھی کہ سلمٰی کی بیٹی صادقہ اپنے بچوں کے ساتھ وہاں آگئی۔ خیریت دریافت کرنے پر صادقہ بولی،

"اِنھوں نے کہا کہ بیس بائیس دن کے لیے اپنے مائیکے چلی جا تیرا اور بچوں کا دل بہل جائے گا۔۔۔!! اور میں آگئی۔"

☆☆☆



لاک ڈاؤن

کانتا اور اس کی یتیم پوتی رانی کو لاک ڈاؤن کے سبب کافی دیر بعد کرانہ ملا۔

جب وہ جانے لگی تو دکاندار نے پیسے مانگے۔ وہ بولی،

"پیسے تو نہیں ہے بیٹا۔۔۔!!"

یہ سنتے ہی دکاندار نے رانی کے ہاتھوں سے آٹے کی تھیلی چھین لی۔

کانتا بولی،

"بیٹا۔۔۔! مودی نے کہا تھا کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔ ہر چیز فراہم کی جائے گی۔۔"

"چل جا۔۔! اپنے مودی سے ہی پیسے لے کر آ۔"

اور اس نے باقی کرانہ بھی چھین لیا۔

تب رانی کی آٹے میں اٹی انگلیاں اس کے منہ میں اور کانتا کی پلکوں پر تھیں۔

☆☆☆



تھالی

کل آنند کے گھر والوں نے وزیرِاعظم کی درخواست پر خوب تھالیاں پیٹیں، لیکن آج صبح صبح آنند کی بیوی رادھا اپنے کرایے دار ڈاکٹر سنتوش کے فلیٹ پر پہنچ کر ان کی بیوی سریتا سے کہنے لگی،

”سریتا بھابھی، ہمارے بھی بچے ہیں۔۔۔ میں بڑی الجھن میں ہوں کہ آگے کیا ہوگا۔“

سریتا ڈائننگ ٹیبل سے تھالی اٹھاتے ہوئے بولی،

”رادھا بھابھی! میں سمجھی نہیں۔۔۔!!“

رادھا بولی،

”ہم چاہتے ہیں آپ اوپر والا یہ فلیٹ خالی کر دیں۔ پتا نہیں کب ڈاکٹر صاحب کوئی وائرس یہاں لے آئیں۔“

اتنا سننا تھا کہ سریتا کے ہاتھ سے تھالی چھوٹ گئی۔

☆☆☆



مدرسے میں سرکاری افسر کی آمد ہوئی۔ افسر مدرسے کا سالانہ احوال پڑھ رہے تھے کہ گویا ہوئے،

"محترم ان تمام جماعتوں میں اتنا ہنگامہ کیوں برپا ہے؟"

صدر مدرس نے جواب دیا،

"یہاں علم حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ابھی ابتدائی دور میں ہے۔۔"

"مجھے سکون سے مدرسے کا احوال پڑھنا ہے۔ کیا یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں خاموشی ہو؟"

"جی آپ یہاں اس جگہ آجائیں!"

"اس سامنے والے کمرے سے کوئی آواز نہیں آرہی؟ یہاں کوئی نہیں!"

"یہاں خاموشی اس لیے ہے کہ یہاں وہ لوگ ہیں جو علم کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں!"

☆☆☆



رجت ایک سماج سیوک اور راشٹریہ مہا سنگھ کے صدر ہیں۔۔۔ آج سی۔اے۔اے کی حمایت میں منعقدہ تقریب میں بڑے ہی جوشیلے انداز میں تقریر کررہے تھے،

"مترو۔۔۔!! سی۔اے۔اے کی مخالفت کرنے والے گمراہ، غدار اور بے رحم لوگ ہیں۔۔۔! پڑوسی ممالک کے ہمارے ہندو بھائی، بہنوں اور ماؤں کا عزت و احترام کے ساتھ یہاں بھارت میں ہمارے ساتھ رہنا کیا غلط ہے۔۔۔؟؟"

تبھی اولڈ ایج ہوم سے ان کی ماں کا فون آیا، وہ موبائل فون پر غصے سے کہنے لگے،

"ماں تمھیں کتنی مرتبہ کہا ہے کہ اس ماہ میں ضرور آؤں گا۔۔۔اب تم فون رکھو۔"





آج ٹاؤن ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حکومت کی زیادتیوں کے خلاف علاقے میں بہت لمبی ہیومن چین بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ تبھی شہر کے ایک معزز شخص نے کہا،

”دیکھیں ابھی وقت نہیں کہ ہم ہیومن چین میں عورتوں کو بھی شریک کریں۔ وقت آنے پر انھیں شامل کیا جا سکتا ہے۔“

کسی نے اعتراض کیا،

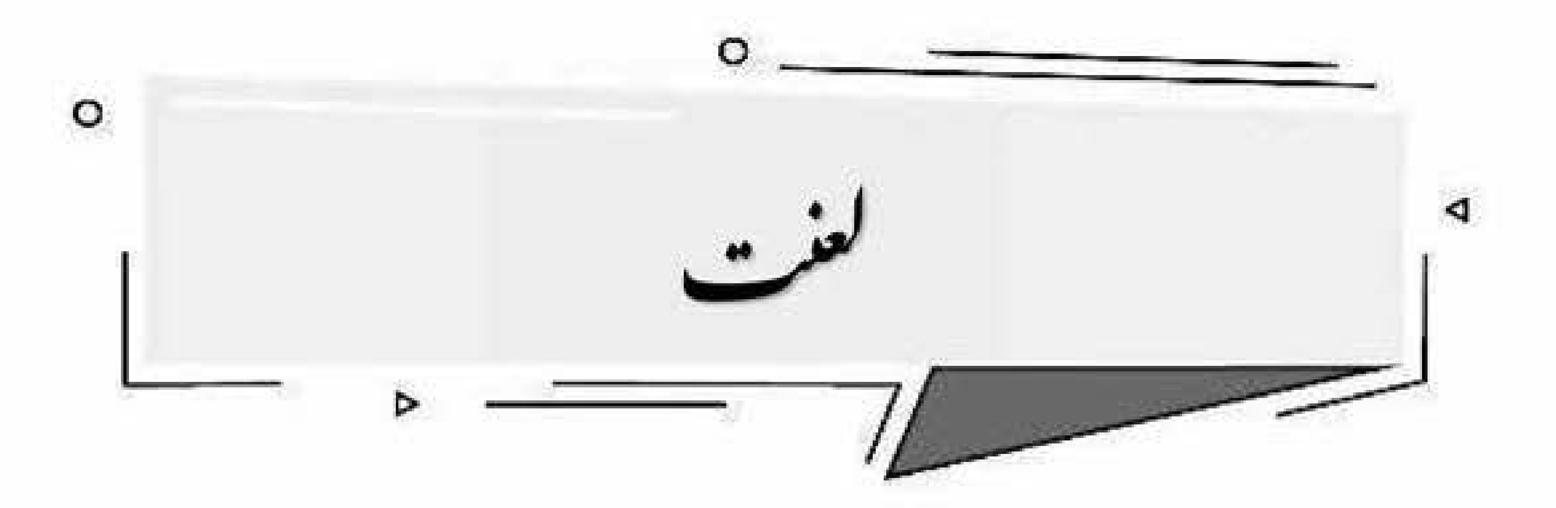
”اگر ایسا ہی ہے تو اسے ’ہیومن چین‘ نہیں بلکہ ’مین چین‘ کہیں۔“

اس تجویز کو نظر انداز کرتے ہوئے قرارداد منظور ہوئی

”ہیومن چین‘ میں صرف مرد حضرات شریک ہوں گے۔۔۔!“

مجھے محسوس ہوا جیسے صرف انسان شریک ہوں گے۔۔۔!

☆☆☆



سلمان نے اپنا آرٹیکل مکمل کیا اور فوراً والد مظفر فاروق کی میز پر رکھتے ہوئے کہا:

"ابو! مضمون مکمل ہو گیا ہے۔"

"اچھا بیٹا اتنی جلدی مکمل کر لیا، عنوان کیا لگایا؟"

مظفر صاحب نے اپنی عینک لگاتے ہوئے پوچھا۔

"خاندانی سیاست (ونش واد) ایک لعنت!"

سلمان نے جواب دیا۔

"بہت خوب بیٹا۔۔۔! بے شک ونش واد نے ہمارے ملک کو پوری طرح ڈبو دیا ہے۔۔"!

"شکریہ ابو۔۔"

"ٹھیک ہے بیٹا میں اسے دیکھ لوں گا۔۔۔ اور ہاں یہ آرٹیکل اپنے ای میل سے نہیں، میرے ای میل کے ذریعے بھیجنا۔ دیکھنا۔۔۔ جلدی اور لازمی طور پر شائع ہو گا۔"

☆☆☆



کووڈ 19 وارڈ میں دو دوست مشتاق اور منیش ایک ہی دن ایڈمٹ ہوئے۔ کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن مشتاق کا بیٹا چھپتے چھپاتے روز آجاتا۔ کبھی کبھی وارڈ بوائے کو رشوت بھی دینی پڑتی۔

بیٹے کے آنے پر مشتاق کا چہرہ کھل اٹھتا۔

وہیں منیش دونوں کو تکتا اور اداس ہو جاتا۔

دونوں مریضوں کا دوبارہ ٹیسٹ ہوا۔

رپورٹ آنے سے پہلے ہی منیش ہارٹ اٹیک کے سبب چل بسا۔

رپورٹ نگیٹیو آنے پر مشتاق کو گھر جانے کی اجازت مل گئی۔

مشتاق کے بیٹے کے پوچھنے پر معلوم ہوا منیش کی رپورٹ بھی نگیٹیو تھی۔

☆☆☆

امتنان

- سلام بن رزاق، ممبئی
- ڈاکٹر یحییٰ نشیط، ایوت محل
- سلیم شہزاد، مالیگاؤں
- ڈاکٹر محمد اسد اللہ، ناگپور
- ظہیر قدسی، مالیگاؤں
- فاروق سید، ممبئی
- ڈاکٹر ناصر الدین انصار، امراوتی
- ڈاکٹر یحییٰ جمیل، امراوتی
- خان حسنین عاقب، پوسد
- انور مرزا، ممبئی
- قیوم اثر، جلگاؤں
- رونق جمال، چھتیس گڑھ
- محمد سراج عظیم، دہلی
- ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا، دہلی
- رخسانہ نازنین، بیدر، کرناٹک
- ڈاکٹر محمد مشاہد رضوی، مالیگاؤں
- محمد یٰسین اعظمی، مالیگاؤں
- خان عارفہ نوید الحق، ممبئی
- شعیب ہاشمی، ممبئی
- سید خالد، ممبئی
- ڈاکٹر شہروز خاور، مالیگاؤں
- وجاہت عبدالستار، شولاپور
- محمد شریف، ممبئی
- ڈاکٹر مدحت الاختر
- محمد حفظ الرحمٰن
- ڈاکٹر محمد رفیق اے ایس
- محمد ایوب
- ڈاکٹر محمد نسیم اختر
- سعیدہ بانو محمد شمیم
- ڈاکٹر فرحان کوثر
- عظمٰی ناہید
- عرشیہ انجم
- پرویز انیس
- ریاض احمد امروہوی
- سہیل اختر
- شمیم اختر
- محمد عرفان الرحمٰن
- عمران عالم
- شاہد اختر
- معین اختر
- محمد اکرم ناگانی
- زبیر احمد امروہوی
- تفضل جمال
- محمد اسلم تنویر
- توفیق احمد
- ظفر انور

یہ کتاب



ودربھ مائنارٹی ملٹی پرپز رورل ڈیولپمنٹ ایجوکیشنل سوسائٹی،

کامٹی (ناگپور)

کی جزوی مالی اعانت سے شائع کی گئی ہے۔

زیر انضمام

اردو ماہنامہ الفاظ ہند، کامٹی

الفاظ پبلی کیشن، کامٹی

ودربھ ہندی اردو پریس، کامٹی

ربانی اسکول اسٹیوڈنٹ ایسو سی ایشن، کامٹی

☆☆☆



کہانی شروع کرنے سے پہلے

کہانیاں لکھنے کے دوران

اور

کہانیاں لکھ لینے کے بعد!

پہلی کہانی سے پہلے

کہانیوں کے دوران

کہانیاں سنانے کے بعد!

کتاب شروع کرنے سے پہلے

کتاب کی تخلیق،

ترتیب و تدوین

کے دوران

کتاب کی اشاعت کے بعد!

ان تمام خواتین و حضرات کا

ممنون و مشکور ہوں کہ

کتاب کی

طباعت و اشاعت کے مراحل میں انھوں نے

کسی نہ کسی شکل میں،

ہر مرحلے پر

ہر صورت میں

میری معاونت کی

اور

قدم قدم پر میرا ساتھ دیا۔

شکریہ.......

میری کہانیوں کی

زندگی سے پہلے

زندگی کے دوران

اور

زندگی کے بعد!

ریحان کوثر

☆☆☆

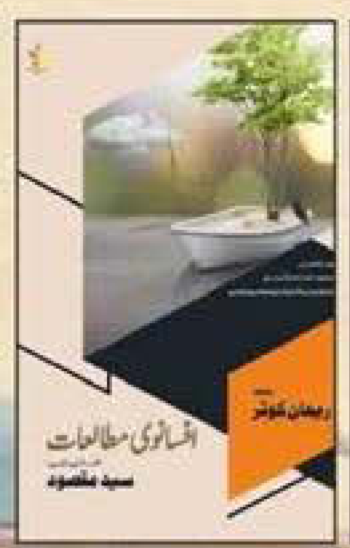


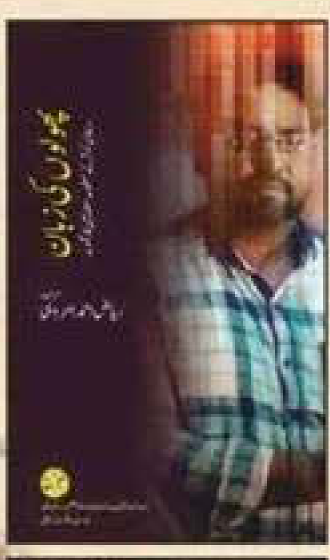
ISBN: "978-93-91721-13-8"

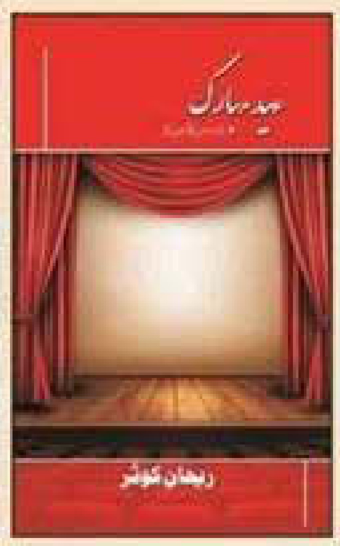
100 LAFZOON KI 100 KAHANIYAAN

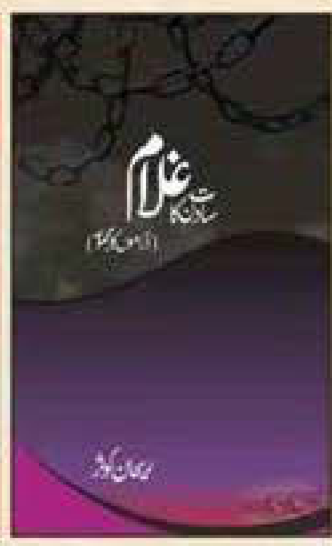
By: Rehan Kausar
Kashana-E-Kausar, House No.37
Dr.Shaikh Bunkar Colony
Kamptee 441001 Dist. Nagpur (M.S.)
Mob. 09326669893

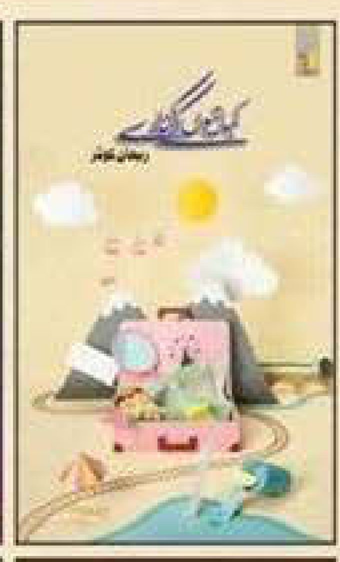
ریحان کوثر کی چند مطبوعات

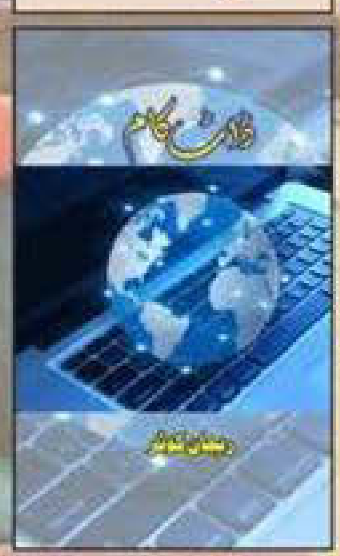


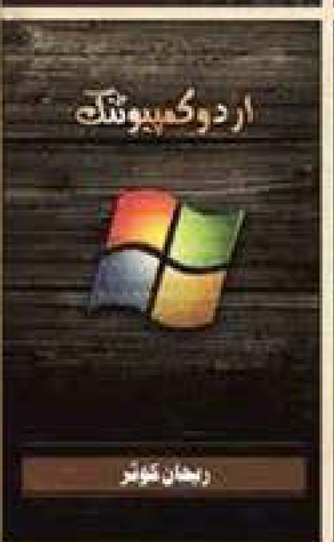


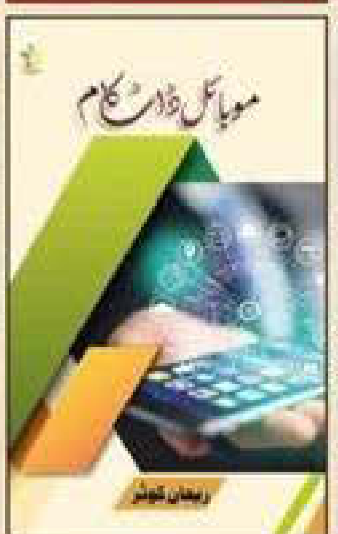


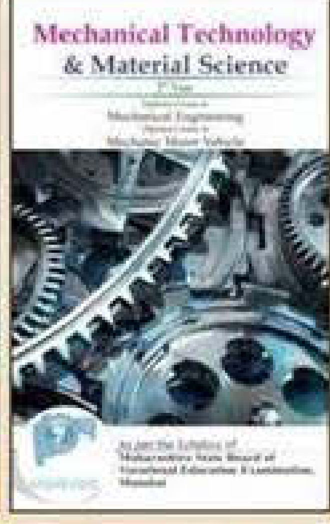


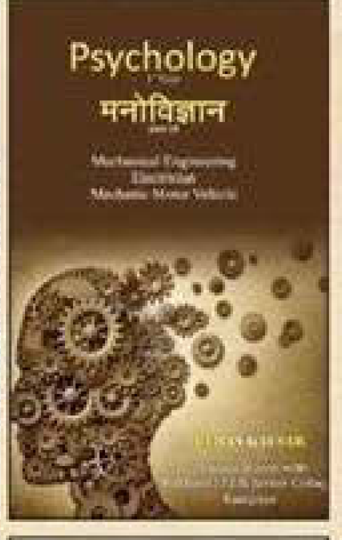




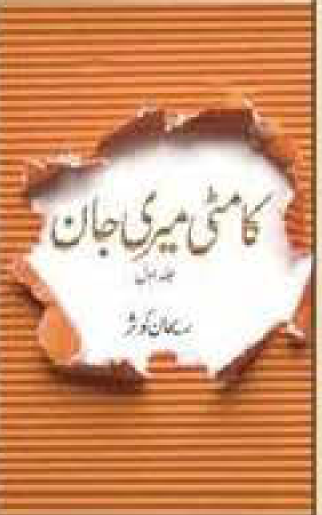


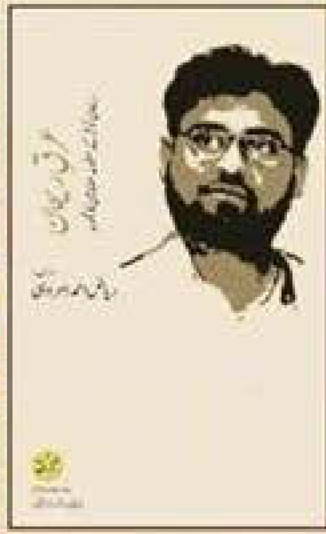


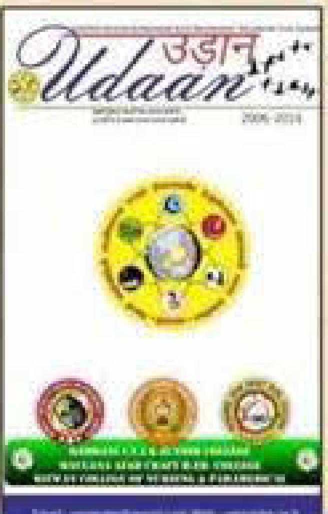














ALFAZ PUBLICATION
& VIDARBHA HINDI URDU PRESS
A Unit of VMMRDES
(Govt. of Maharashtra Regd. No. 1852300311564012)
Phutana Oli, Kamptee - 441001 Dist. Nagpur Mob.: 7721877941



₹100/-